بسم اللہ الرحمن الرحیم

سکول، کالجز اور یونیورسٹیز
کے طلبہ کیلئے تقاریر کا مجموعہ

باغِ ارم

از قلم:
حافظ محمد عابد نعمان
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ناشر:
مکتبہ سلطانیہ
محمد پورہ فیصل آباد فون: 041-2637239

انتساب

معزز و مکرم

پیر نیاز الحسن صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ سلطانیہ باہو

ڈاکٹر خالد محمود شوق و ڈاکٹر احسان الحق سابق چیئرمین ایوب ریسرچ فیصل آباد

کی محبتوں کے نام

سیف انداز بیاں بات بدل دیتا ہے

ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

نام کتاب------------باغ ارم

مصنف کتاب:-----------حافظ محمد عابد نعمان

پروف ریڈنگ-----------حافظ حامد حفیظ و احمد علی ثمین

ناشر

مکتبہ سلطانیہ

محمد پورہ مین بازار گلی نمبر 4 فیصل آباد 041-2637239

فہرست مضامین

﴿حدیث دل﴾

حدیث دل ایک بدعت ہے، جو براہ فارس ملک اردو میں داخل ہوئی، پہلے پہل سخن دانوں نے اسے بدعت حسنہ کے طور پر قبول تو کرلیا مگر بعد میں فقہ ادب کی رو سے اس صنف کو فرض کفایہ کہا جانے لگا۔

لوگ کہتے ہیں کہ تقدیم کو پیکر سخن میں دل کی حیثیت حاصل ہے اور اس کا حرف حرف دھڑکنوں سے موسوم ہے، میرے نزدیک یہ قلمکار اور قدردان کے درمیان راہ ورسم کا ایک قابل قدر ذریعہ ہے

بہر حال یہ ایک رسم ہے جو ہر لحاظ سے اچھی ہے، اہل ادب اسکی قدرومنزلت اور افادیت سے بخوبی واقف ہیں البتہ خطہ ادب میں کچھ معترضین پائے جاتے ہیں جو اس کے خلاف زوروشور سے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ

''مقدمہ فن سے مربوط تو ہے مگر حقیقی فن نہیں''

اس لیے مصنف عنوان سے ہٹ کر کچھ کہنے کا مجاز نہیں۔

﴿باغ ارم﴾

قوم عاد کے دو فرقے تھے، ایک عاد اولی جسے عاد قدیمہ بھی کہا جاتا ہے اور ایک عاد اخیرہ۔ ایک نے کہا'' ارم عاد اولی کے جد اعلی کا نام تھا۔ دوسرے نے کہا کہ ارم اس عجیب وغریب شہر کا نام تھا جس میں یہ قوم آباد تھی۔

روایت ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے، ایک شداد اور دوسرا شدید، ان دونوں

نے اپنے قوت بازو سے سلطنت حاصل کرلی، سلطنت حاصل کرنے کے باوجود ایک روز شدید مرگیا، اب شداد کے لیے ہفت اقلیم کا مالک ہونے کا میدان صاف ہوگیا، اس کی سطوت وجبروت کا عالم یہ تھا کہ اس وقت کے سلاطین اس کے آگے سراطاعت خم کرتے تھے۔

اس نے ایک روز بہشت کی تعریف سنی تو جوش میں آ گیا، کہنے لگا میں بھی بہشت بناؤں گا، پس اس نے عدن کے بعض جنگلوں میں تین سو سال کے عرصہ میں ایک شہر بنایا جس کا نام ارم رکھا اس کے تمام ایوان اور محل سونے اور چاندی کے تھے ہر ایک ایوان کے نیچے تین زمرد اور یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے، اس میں قسم قسم کے درخت لگائے اور نہریں جاری کی گئیں جب تیار ہو چکا تو شداد اپنے ارکان دولت کی معیت میں اس کو دیکھنے کیلئے چلا، ابھی اس میں اور شہر ارم میں ایک دن اور رات کی مسافت تھی کہ آسمان سے سخت کڑک کی آواز آئی جس سے شداد اور اس کے ارکان دولت فنا ہوگئے۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

روایت ہے کہ ابو قلابہ اپنا اونٹ ڈھونڈتے ہوئے اس جنگل میں جا پہنچے جہاں کبھی شہر ارم آباد تھا، وہاں سے آپ کو بہت سے جواہرات بھی ملے تھے

قرآن کریم کی سورۃ فجر میں یہ لفظ یوں آیا ہے۔

الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد.

لیکن درج بالا روایات سے زیر بحث عنوان کا تعلق کوئی اتنا خاص نہیں ہے

مگر عام ضرور ہے۔

محمد عابد نعمان

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی (اسلام آباد)

نوائے حجاج

تاریخ کے سینے پہ آج بھی دفن ہے کہ حجاج سا قادر الکلام، زبان آور، موقع شناس، ظالم، جابر اور فصیح و بلیغ مقرر، مادر گیتی نے کم ہی پیدا کیا ہے امام لغت ونحو ابوعمر وبن العلاء کہتے ہیں کہ میں نے حجاج بن یوسف اور حسن بصری سے بڑھ کر کوئی ماہر دعوت و خطاب نہیں دیکھا۔

حجاج کا رنگ خطابت

"اے کوفہ والو! میں حجاج بن یوسف تم پر مسلط کیا گیا ہوں گویا اب کے امیر المومنین نے ترکش کا سب سے آخری اور خطرناک تیر پھینکا ہے جو کبھی خطا نہیں گیا۔ تمہاری سرکشی، آمادگی بغاوت اور نت روز کی شرارتوں نے خلیفہ وقت کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا ہے۔ قبل اس کے تم اپنے حاکموں پر پتھر کی کنکریاں برسا کر ان کا استقبال کرتے اور خلیفۃ المسلمین کے احکامات کا مذاق اڑاتے تھے، اب شاید جرات سرتابی کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کے دن بھی پورے ہو چکے ہیں۔ مجھے تمہاری سفید داڑھیاں لہو میں تر بتر، سفید عمامے خاک و خون میں لت پت دکھائی دے رہے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ سروں کی فصل پک چکی ہے اور کٹائی کا موسم بھی آن پہنچا ہے۔

میں تمہاری ہڈیاں تڑوا کر اور ناکیں کٹوا کر رکھ دونگا، تمہارے نورانی چہرے اور خوب صورت جسم یقیناً جنگلی درندوں کی خوراک بننے والے ہیں۔

یہ دیکھو! ہیبت ناک نوجوان، تیز دھار تلواریں لیے تمہارے اردگرد کھڑے

ہیں جو ایک اشارہ پاتے ہی اپنا کام شروع کر دیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے تن کا رشتہ گردن سے کٹ کر رہ جائے گا۔

آج کے بعد یہاں مائیں بیٹوں کو پیٹیں گی، بہنیں اپنے بھائیوں کا ماتم کریں گی، اور بیویاں شوہروں کو روتی رہیں گے۔ اگر اب بھی تمہارے ہوش ٹھکانے نہ آئے تو یقیناً میری تلوار کی پیاس تمہارے ناپاک اور گندے خون سے بجھ کر رہے گی۔

نام یاد کرلو! ''حجاج''

نکات واشارات

خطابت کب شروع ہوئی؟

مختصر جب انسان نے بولنا شروع کیا وہ شخص سب سے پہلا خطیب تھا جس نے سب سے پہلے ساتھیوں سے خطاب کیا یا انسانوں کا ایک مجمع جو اس کے گرد و پیش تھا، اس سے کلام کیا انسان اور خطابت ہم عمر ہیں، دونوں کا ارتقائی سفر یکساں ہے، اس باب میں اختلاف رائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ابلاغ عامہ کا آغاز تقریر سے ہوا اور تحریر سے کہیں زیادہ تقریر کی عمر ہے دونوں میں صدیوں کی دوری ہے

خطابت خطیب کے بغیر سوچنا بھی بیوقوفی ہے تو خطیب کون ہوتا ہے؟

وہ جس میں جوہر ہو، جو وہ کہتا ہے، جس طرح سے کہتا ہے اور جس گہرائی اور گیرائی سے بولتا ہے، ایک جادو کی طرح ہے کہ دل و دماغ مبہوت و مسحور ہو جاتے ہیں۔ اس کے الفاظ و معانی وہی ہوتے ہیں جو زبان کا خزینہ اور لغت کا سفینہ ہیں اور ان کا حسن یہی

ہے کہ خطیب بولتا ہے تو معلوم ہوتا، دماغوں سے اٹھا کر دلوں میں اتار رہا ہے۔ اس کے الفاظ ذہنوں پر اسطرح بیٹھتے چلے جاتے ہیں جس طرح غزل میں، سرمگیں نگاہوں کے ڈورے، شاعرانہ طبیعتوں میں کھب جاتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ خطیب اور موسیقار کی آواز میں کوئی فرق نہیں مگر شورش صاحب کہتے ہیں کہ فرق ہے اور وہ یہ کہ موسیقار الاپتا ہے اور خطیب بولتا ہے جس طرح ایک شاعر ترنم سے پڑھتا ہے، دوسرا تحت اللفظ، جو تحت اللفظ پڑھتا ہے اُس نے اپنی آواز ڈھالی ہوتی ہے یا اُس کی آواز ڈھلی ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتب آواز ہمارے سامنے ہیں۔

خطابت، خطیب اور اسٹیج لازم و ملزوم ہیں اسٹیج ہر مقرر کی ابتدائی آزمائش ہے ہر بڑا مقرر اس آزمائش سے نکلا ہے اور ہر نئے مقرر کو پہلے پہل اس سے گزرنا پڑتا ہے گویا اسٹیج سب سے بڑی روک ہے جو کسی مقرر کو شروع ہی میں پیش آتی ہے۔

برک کے نزدیک سب بکواس ہے۔ آپ سمجھیں کے گوبھی کے پھولوں سے بات کر رہے ہیں۔

اسٹیج پر خوف کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اپنی ذات پر اعتماد نہیں، دوسرا یہ کہ وہ عوام سے خوفزدہ ہے، لیکن یہ خوف دو، تین صحبتوں ہی میں ختم ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ ہر فن شروع میں مشکل ہوتا ہے مگر سیکھنے کے بعد اس سا آسان اور سہل فن کوئی نہیں ہوتا، کسی نے کہا تھا سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آپ تقریر کیسے شروع کرتے ہیں یاد رکھئے کہ ہر تقریر کا ابتدائیہ ہی آنکھوں، کانوں کو ملتفت کرتا



ہے۔ ابتدائیہ کے بول اس طرح اٹھایئے کہ اس کے الفاظ عوام کے سینے میں اس طرح کھب جائیں جس طرح شعراء کے دل میں نگاہیں اتر جاتی ہیں، آپ اسٹیج پر کھڑے ہوتے ہی اسطرح معلوم ہوں کہ آپ کو خود پر اعتماد ہے آپ خوش ہیں اور عوام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم کلام ہونا چاہتے ہیں۔

اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ابتدا ہی میں گرج گونج پیدا نہ کیجئے، نہ آواز میں جوش وخروش لایئے، ملائمت وسلاست سے چلئے، جب لوگ ہمہ تن گوش ہو جائیں تو اظہار واسلوب کے زاویئے اپنی حرارت خود قائم کریں گے۔

آپ کی تقریر آپ کا تعارف ہے آپ کا تعارف آپ کی تقریر نہیں، آپ کے خیالات ہی مجمع کی ضرورت ہیں اور وہ الفاظ کے جام وسبو سے اپنی تشنگی مٹانے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔

اگر آپ ابتدائیہ کے بعد سامعین کو مخاطب کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل الفاظ کا استعمال مناسب رہے گا۔

میرے ذہین وفطین ساتھیو! میرے بھائیو! پیارے دوستو! دوستان محترم! میرے لائق فائق رفیقو! رفیقان عزیز! صدر ذی وقار وسامعین والا تبار! صدرر محترم! صدر مکرمہ! سرپرستان علم وادب! خواتین نیک سیرت! نوجوانان ملت! محترم میر مجلس! وغیرہم۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ خطیب اپنے سامعین میں اکتاہٹ پیدا نہ ہونے دے ہر ذہین خطیب کو اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کی داد کیا ہے، تحسین کیا ہے اور جب



عوام کسی مقرر سے اکتا جائے اور محسوس کرتے ہیں کہ وہ خطابت کی پٹڑی سے اتر گیا ہے تو کیونکر اس کی تضحیک کرتے ہیں، تب سبحان اللہ، جزاک اللہ یا واہ واہ کا خطاب کیا ہوتا ہے؟ جب مقرر کا بیان لڑکھڑانے لگتا ہے تو عوام خندہ آور تالیاں پیٹ کر مقرر کو تشریف فرمایئے کی ترغیب وتلقین کرتے ہیں۔ ایک اچھا اور سلجھا مقرر ستائش وتضحیک کے اشارات وکلمات کو فوراً بھانپ لیتا ہے۔

ایک مقرر کیلئے سب سے بڑی نعمت اس کا حافظہ ہے، حافظہ کا تعلق صحت کے ساتھ ہے، حافظہ کو مستحکم کرنے کیلئے ہر وہ چیز استعمال کرنی چاہیے جس سے اس کو جلا ملتی ہے۔

ڈیل کارنیگی کے خیال میں ”ممکن ہو تو تقریر کا آغاز کسی مقامی بات، کسی دوسرے مقرر کے الفاظ کا حوالہ دے کر یا کسی تاریخی شخصیت کے قول سے کرنا چاہیے“

جو لوگ تقریر شروع کرتے وقت کہتے ہیں ”میں معذرت خواہ ہوں ----- میں کوئی مقرر نہیں ----- میں نے تقریر کی تیاری نہیں کی ----- یا میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں“ تو درحقیقت وہ اپنی وقعت کھو بیٹھتے ہیں۔

اب آتے ہیں ”اختتام“ کی طرف تقریر کا اختتام (END) واقعی بڑا فنکارانہ ہوتا ہے، مقرر کے آخری الفاظ سامعین کے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں، تقریر کا اختتام جس قدر پر جوش ہوگا اسی قدر تقریر موثر ثابت ہوتی ہے، دنیا کے بلند پایہ اور قد آور خطباء تقریر کے اختتامی حصے کو سب سے پہلے تیار کرتے رہے ہیں ویسٹر برائٹ اور گلیڈسٹون جیسے نامور مقرر بھی اپنی تقریر کے آخری جملے زبر کر لیا کرتے تھے ایک دم یا معذرت خواہانہ انداز میں تقریر ختم کرنا حسن بیاں کی تمام شوخی اور بانکپن

چھین لیتا ہے۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے چانسلر اول کرزن آنجہانی نے ایک تقریر کے اختتام کو "بنی نوع انسان کی عظمت۔۔۔۔اور انسانی گفتار کا خاص سونا کہا تھا۔

(اس بات سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے)

سرہیری موزوں اشعار سے تقریر ختم کرنے کے حق میں ہیں۔

تقریر کو اس کے نقطہ عروج پر لا کر ختم کر دینا ایک مشکل مگر ہردلعزیز اور سلجھا ہوا طریقہ ہے۔ماہرین فن کے نزدیک کامیاب تقریر وہی کہلاتی ہے جس کا اختتام زوردار، معنی خیز اور اثر آفرین ہو۔

توحید باری تعالیٰ مع دلائل

الحمد لله رب العالمين ٥ والعاقبة للمتقين ٥ حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ٥

فاعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الله فالق الحب والنوىٰ. الخ

بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔یہی تو اللہ ہے تم کہاں بھٹک رہے ہو۔

میں اس کے نام سے کرتا ہوں ابتدائے سخن
"ضمیر کن" سے اگاتا ہے جو زمین و زمن
اسی کے واسطے محشر اسیر امر ظہور!
اسی کے حکم سے دنیا، نمو کی لے میں مگن
اسی کے معجزہ کن کے نقش ہائے جمیل!
یہ مرغزار یہ جھرنوں میں غسل کرتے چمن!

سامعین محترم!

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اشیاء میں خواص ہوتے ہیں اور بغیر کسی سبب

اور علت کے ان اشیاء سے طبعی خواص اور آثار صادر ہو جاتے ہیں ۔مثلاً پتھر کو اچھالئے تو وہ بغیر کسی علت کے اوپر سے نیچے کی طرف چلا آئے گا۔ہم اس کو گریوٹی یا تجاذبی قوت بھی کہہ سکتے ہیں۔تو جس طرح پتھر کی خاصیت نیچے آنا ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یہ ساری کائنات اسی طرح بغیر کسی سبب کے اپنے طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہو۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ

آپ ایک درخت کی طرف دیکھیں اس کا تنا بھی لکڑی کا ہے اور جڑیں بھی لکڑی کی ہیں اور تنا اوپر کی طرف جاتا ہے اور جڑیں نیچے کی طرف جاتی ہیں۔اب اگر لکڑی کی طبیعت کا تقاضا اوپر جانا ہے تو جڑیں نیچے کیوں جاتی ہیں اور اگر اس کا تقاضا نیچے جانا ہے تو تنا اوپر کیوں آتا ہے۔

معلوم ہوا کہ لکڑی کی اپنی طبیعت کا تقاضا کچھ بھی نہیں ہے بلکہ درخت کی لکڑی پر کسی اور ذات کا تصرف ہے اور اس قادر وقیوم نے درخت کی لکڑی کے جس حصہ کو چاہا اوپر اٹھا دیا اور جس کو چاہا جھکا دیا۔

اس کے معجزہ کن کے نقش ہائے جمیل
یہ مرغزار یہ جھرنوں میں غسل کرتے چمن

خالق الحب والنوی!

ایک باریک سے دانہ کو چیر کر اللہ اس میں ایک کونپل پیدا کرتا ہے وہ کونپل اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ اگر ہم اسے ہاتھ میں لے کر مسل دیں تو ہمارے ہاتھ میں

صرف پانی کی نمی رہ جائے گی۔لیکن اللہ تعالیٰ اس کونپل میں اتنی قوت پیدا فرماتا ہے کہ وہ سخت سے سخت زمین کو چیر کر زمین کے اندر نفوذ کر جاتی ہے۔اس کا ایک حصہ زمین کے اندر نیچے چلا جاتا ہے اور ایک زمین کے اوپر نکل آتا ہے۔پھر نچلے حصہ سے جڑیں بنتی ہیں جو دور تک زمین کے اندر گہرائی میں چلی جاتی ہیں۔اور اوپر کے حصہ سے ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔جس میں شاخیں ہوتی ہیں ان میں سرسبز پتے ہوتے شگوفے کھلتے ہیں پھل ، پھول اور پتے پیدا ہوتے ہیں مختلف ذائقے پیدا ہوتے ہیں۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

ایک شہتوت کے درخت کے سامنے کھڑے تھے۔کسی نے ان سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا کہ آپ نزدیک کے اللہ کے وجود پر کیا دلیل ہے؟

امام شافعی نے فرمایا:

''اس شہتوت کے درخت کو دیکھو اس کے پتوں کو اگر بکریاں چریں تو دودھ حاصل ہوتا ہے اور شہد کی مکھی ان پتوں کو چاٹ لے تو شہد بنتا ہے۔ریشم کا کیڑا ان پتوں کو کھالے تو اس سے ریشم حاصل ہوتا ہے اور اگر ہرن ان کو کھالے تو اس سے مشک حاصل ہوتا ہے''۔

ان چاروں چیزوں کے حقائق اور آثار مختلف ہیں اور شہتوت کے پتوں کا تقاضا ایک ہی ہو سکتا ہے مگر خدائے لم یزل کی حکمتوں سے کسی کے بطن میں جاکے دودھ بن جاتا ہے کسی کے لئے شہد بنا دیا جاتا ہے۔

آپ کائنات کی کسی بھی حقیقت پر غور کریں گے یہی منکشف ہوگا کہ ہر حقیقت کے پیچھے اسی موثر حقیقی کا دست غیب کارفرما ہے اور بظاہر نظر آنے والے سارے اسباب ایک حجاب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔

سورۃ الواقعہ میں ارشاد ہوتا ہے

افرایتم ما تحرثون ء انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون۔الخ۔

(القرآن۔الواقعہ)

ترجمہ: بھلا بتاؤ تو سہی تم جو کچھ زمین میں بو کر آتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔اگر ہم چاہیں تو اس فصل کو بالکل ملیا میٹ کردیں اور تم کف افسوس مل کر یہ کہتے رہ جاؤ ہم پر اچانک آفت آپڑی یا ہم بالکل محروم ہوگئے مثال کے طور پر!

لیموں کو دیکھئے ہم اس کا بیج بو آئے جب تیار ہوگیا تو ہم نے دیکھا کہ اس کا چھلکا گرم خشک ہے۔اس کا گودا گرم تر ہے اور اس کا عرق سرد خشک ہے اور لیموں کے یہ تمام مختلف آثار اس کے واحد بیج میں ہوتے ہیں اور اس بیج کی طبیعت کا تقاضا بھی ایک ہونا چاہیے۔لیکن اس بیج سے جب لیموں کا پھل پک کر سامنے آیا تو اس میں گرم خشک گرم تر اور خشک سب قسم کے آثار موجود تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ طبعی آثار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک زبردست حکیم مطلق کی حکمت کا نتیجہ ہے۔وہ چاہے تو گرم خشک بیج سے سرد پھل پیدا کردے اور چاہے تو سرد تر پھل پیدا کردے اور چاہے تو سرد تر بیج سے گرم خشک پھل کو وجود میں لے آئے۔

علامہ اقبال نے اس حوالے سے ایک سبق بھی دیا ہے۔

کہ اے مرد مومن تو ذات خداوندی سے جڑا رہ ورنہ تیری حالت اس شاخ کی سی ہو جائے گی جو شجر سے ٹوٹ گئی ہو اب لاکھ اس پر بہار آئے وہ ہری بھری نہیں ہو سکتی۔

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

ہے لازوال عہد خزاں کا اس کے واسطے
کچھ واسطہ نہیں ہے اس برگ و بار سے

شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
ناآشنا ہے قاعدہ روزگار سے

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ!
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

کیونکہ اللہ کا ہاتھ کثرت پہ ہوتا ہے۔اجتماعیت میں جو برکت ہے وہ انفرادیت میں نہیں ہے۔

افلایتدبرون القرآن۔الخ

تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں۔

کائنات کے رازہائے سربستہ سے جب بھی پردے ہٹائے جائیں گے اسی کی عظمت اور اس کی حکمت واضح تر ہوتی چلی جائے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

توحید باری تعالیٰ ۲

الحمد لله رب العالمين ٥والعاقبة للمتقين ٥حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين٥

فاعوذبالله اسميع العليم من الشيطن الرجيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وهوالذى انزل من السمآء ماء فاخرجنابه نبات كل شئى فاخرجنامنه خضرالنخرج منه حبامتر اكبا ومن النخل من طلعها قنوان دانيه وجنة من اعناب والزيتون والرمان مشتبهاوغير متشابه.

ترجمہ: وہ ہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کے نباتات اگائے پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے پھر ان سے تہ بہ تہ لگے ہوئے دانے اور کھجوروں کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کئے جو جھکے جاتے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغ اُگائے جو ملتے جلتے ہیں اور مختلف بھی ہیں جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھ۔ بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

سامعین محترم!

اللہ رب العزت نے اس آیت میں چار اقسام کے درخت بیان فرمائے ہیں کھجور، انگور، زیتون اور انار اور درخت کے پھلوں سے پہلے کھیتوں کا ذکر فرمایا اس میں ایک اہم نکتہ ہے اور وہ یہ کہ کھیتوں سے غذا پیدا ہوتی ہے جبکہ درختوں کے پھلوں سے لذت حاصل کی جاتی ہے۔ پھر کھجور کو باقی پھلوں پر مقدم کیا کیونکہ کھجور غذا کے قائم مقام ہے خصوصا عربوں میں اور حکماء نے بیان کیا ہے کہ کھجور کی حیوان کے ساتھ کئی وجوہ سے مناسبت ہے۔

اس کے متعلق حدیث میں ہے امام احمد بن علی روایت کرتے ہیں

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کھجور کے درخت کی تعظیم وتوقیر کیا کرو وہ تمہاری پھوپھی ہے کیونکہ وہ اس مٹی سے پیدا کی گئی ہے جس سے آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے ہیں اس کے علاوہ اور کسی درخت کو گابھن نہیں کیا جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ جننے والی عورتوں کو تازہ کھجور کھلاؤ تازہ کھجوریں میسر نہ ہوں تو چھوہارے کھلاؤ اللہ کے نزدیک اس درخت یعنی کھجور کے درخت سے زیادہ اور کوئی عزت والا درخت نہیں ہے جس کے نیچے مریم بنت عمران اتری تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔ مجھے بتاؤ وہ درخت کون سا ہے؟ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی

طرف گیا۔حضرت عبداللہ نے کہا میرا ذہن کھجور کے درخت کی طرف گیا لیکن مجھے (بڑوں کے سامنے) شرم آئی پھر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتائیے! وہ کون سا درخت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

(بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کو مومن اور مسلم کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اس درخت میں خیر بہت زیادہ ہے اس کا سایہ دائمی ہے اس کا پھل میٹھا ہے اور یہ ہمیشہ کھایا جاتا ہے اس کے منافع بہت ہیں اس کا کوئی حصہ بھی بے کار نہیں رہتا۔

اس کے تنے کے شہتیر بنائے جاتے ہیں جو تعمیر میں کام آتے ہیں۔اس کے پتوں سے رسی، چٹائی، ٹوپی اور پنکھے بنائے جاتے ہیں۔اس کی گٹھلی سے تسبیح بنتی ہے۔ پھر یہ حسین وجمیل درخت ہے اسی طرح مومن میں بھی بہت خیر ہے اس کا عبادت کرنا اچھے اخلاق سے پیش آنا عبادت میں توانائی حاصل کرنے کے لئے کھانا پینا آرام کرنا غرضیکہ حسن نیت سے اس کا ہر نیک کام عبادت ہے۔

دوسری وجہ تشبیہ دینے کی یہ ہے کہ مومن کی صفت ہے کہ وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور درختوں میں کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ آپ ﷺ سے محبت کرتا ہے جس طرح ایک عام مومن حضور ﷺ کے ساتھ قلبی وارفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا تن، من، دھن آپ پہ نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اسی طرح کھجور کا درخت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

قلبی وارفتگی کا مظاہرہ کرتا پایا گیا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے تھے انصار کی خاتون نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں منبر بنا دوں! آپ نے فرمایا اگر تم چاہو! تو انہوں نے آپ کے لئے منبر بنا دیا۔جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر پر کھڑے ہو گئے تو وہ کھجور کا تنا چھوٹے بچے کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا۔آپ نے اس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں بھرنے لگا حضرت جابر کہتے ہیں کہ وہ آپ کے فراق میں رو رہا تھا۔پھر آپ نے اس کے تنے پر اپنا ہاتھ رکھا تو اس کو قرار آ گیا۔

اسی طرح حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے کو کچھ لائے اور عرض کی صدقہ ہے آپ نے فرمایا میں صدقہ نہیں کھاتا۔وہ اگلے دن کچھ اسی طرح کا کھانے کو لائے اور عرض کی یہ ہدیہ ہے آپ نے صحابہ کے ساتھ مل کر کھایا۔پھر سلیمان فارسی آپ کی مہر نبوت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔حضرت سلیمان ایک یہودی کے غلام تھے رسول اللہ نے اس سے حضرت سلیمان کو خرید لیا اس نے کہا کہ سلیمان ایک کھجوروں کا باغ لگائے اس میں کام کرے جب پھل پک جائے گا تب یہ آزاد ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پودے خود لگانا شروع کر دیئے سارے پودے لگا دیئے ایک پودا کسی اور نے لگا دیا تو اسی برس سارے کے

سارے پودے درخت بن گئے اور ان پر کھجوریں لگ گئیں۔ جب حضور دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ سارے درخت تیار ہو چکے ہیں۔ جبکہ ایک پودا ویسا کا ویسا ہی ہے آپ نے فرمایا ''ماشان هذه النخلہ'' بھئی اس درخت کو کیا ہو گیا یہ بنا کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میں نے لگایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس کو اکھیڑا اور اپنے دست رحمت سے دوبارہ لگایا تو اسی سال وہ بھی پھل دینے لگا۔ (مسند امام احمد)

سامعین!

کھجور کا بانی اسلام کے ساتھ نہایت ہی گہرا تعلق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور بہت پسند تھی۔

کھجور کا مزاج گرم خشک ہے اس کی اصلاح انار اور سکنجبین سے ہو جاتی ہے۔

اس میں وٹامنز ﴿حیاتین﴾ اور تمام اہم معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں اس کے استعمال سے خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوتا ہے یہ کولیسٹرول کو متوازن رکھتی ہے کمزوری کے عالم میں کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور خاص طور پر دل کے لئے مفید ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

﴿قرآن اور زراعت﴾

الحمد لله رب العالمين o والعاقبة للمتقين o حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين o الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين o

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

واية لهم الارض الميتة. احيينها واخرجنا منها حبا فمنه ياكلون.

(القرآن)

ترجمہ: اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور ہم نے اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں۔

عزیزان گرامی قدر!

اس آیت میں مردہ زمین سے خشک اور بنجر زمین مراد ہے جس کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے اسے زندہ کر دیا۔ زندہ کرنے کا معنی ہے کہ ہم نے اسے حیات عطا کر دی جو حس اور حرکت ارادیہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اور یہاں مراد یہ ہے کہ ہم نے اس میں نشوونما کی قوتیں پیدا کر دیں سو جس طرح وہ خشک اور بنجر زمینوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ مردہ اجسام کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور اس کو کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اور فرمایا:

ہم نے اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں غلہ، گندم، جو، دانے، مکئی
چنا اور دانوں کی دیگر اجناس کو شامل ہے۔ جس سے لوگ روٹی پکا کر کھاتے ہیں۔

اور یہ بھی اللہ کا کرم، اس کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے متعدد
اجناس کا غلہ پیدا کیا ہے اگر صرف ایک ہی قسم کا غلہ ہوتا ہے اور لوگ کسی مرض کی وجہ
سے اس کو نہ کھا سکتے تو بھوکے مر جاتے مثلاً ذیابیطس کا مریض، اس کے لئے گندم
نقصان دہ ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ نشاستہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے چنا بھی پیدا کر
دیا۔ چنے میں گندم کی نسبت آدھا نشاستہ ہوتا ہے۔ سو جن کی شوگر بہت زیادہ ہو وہ چنے
کی روٹی کھا لیتے ہیں۔

سامعین محترم!

اللہ رب العزت نے روٹی کی شکل میں ہم کو عظیم نعمت عطا فرمائی ہے اور غلہ و
دانے کی تفسیر میں چونکہ روٹی کا بھی ذکر ہے لہٰذا ہم آج اس کے متعلق چند باتیں گوش
گزار کر رہے ہیں۔

حضرت ابو سکینہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دی ہے۔ جس شخص نے روٹی کی تعظیم
کی اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرمائے گا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ وضو کرنے کی جگہ پر
گئے۔ وہاں انہوں نے نالی میں ایک لقمہ یا روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ انہوں نے اس

سے گندگی صاف کر کے اس کو اچھی طرح دھویا۔ پھر اپنے غلام کو وہ روٹی کا ٹکڑا دے
دیا اور فرمایا مجھے یہ لقمہ یاد دلانا۔ جب آپ نے وضو کیا تو اس غلام سے فرمایا لاؤ مجھے
روٹی کا ٹکڑا دے دو۔ اس غلام نے کہا اے میرے آقا! میں نے تو اس ٹکڑے کو کھا لیا
ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہو اس نے پوچھا اے میرے آقا!
آپ نے کس سبب سے مجھے آزاد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیونکہ میں نے حضرت
فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی خراب جگہ سے کوئی لقمہ یا روٹی کا ٹکڑا اٹھایا اور اس سے
گندگی کو دور کیا اور اس کو اچھی طرح صاف کر کے کھا لیا تو اس کے پیٹ میں پہنچنے سے
پہلے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ پھر فرمایا میں کسی جنتی شخص سے خدمت نہیں
لینا چاہتا۔ (مسند ابو یعلی)

یہ روٹی کی تکریم کا صلہ ہے۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے
فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اپنی انگلیوں کو تین مرتبہ چاٹ لے۔ لیکن آج
ہم اغیار کے نقش قدم پہ ایسے چلے کہ دین فطرت میں کجیاں اور کمیاں نکالنے لگے۔
ہمارے سامنے بھی اگر کوئی سنت رسول پر عمل کرتا ہے تو ہم ناک چڑھاتے ہیں۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

ایک بزرگ کسی کے ہاں کھانے کی دعوت پر گئے کھانا کھا چکے تو انگلیاں

چاٹنے لگے کسی نے چپکے سے کہا حضرت بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہیں آپ کی جانب دیکھ رہے ہیں کیا سوچیں گے کہ جناب نے کبھی اچھا کھانا نہیں کھایا۔ جو یوں انگلیاں چاٹ رہے ہیں آپ نے فرمایا "بیٹے اب میں دنیا کے ان کتوں کی خاطر اپنے حبیب کی سنت تو نہیں چھوڑ سکتا"۔

سامعین محترم!

آج کی سائنس خوراک پر بہت زور دے رہی ہے ماہرین کے مطابق ہماری دوائیں اس وقت ناکام ہو جاتی ہیں۔ جب ہمارا مریض ناقص غذا کھا کر جسم کو تندرست رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ غذا میں سب سے پہلا مسئلہ آٹے کا ہے کیونکہ بازاری آٹا بالکل میدے کی طرح ہے اور جو لوگ گھر کا آٹا پسواتے ہیں وہ بھی بالکل باریک ہوتا ہے جس میں چوکر نام کی چیز نہیں ہوتی۔ بورہ یا چھان کا دور دور تک کوئی اتہ پتہ نہیں ہوتا۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ آٹے میں سب سے طاقتور چیز چھان ہی ہے کارڈیالوجسٹ، دل کے مریضوں کو بغیر چھلنی کے روٹی کھلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

(واللہ) اللہ کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے۔

جب سے اللہ نے آپ کو مبعوث کیا ہے آپ نے چھلنی نہیں دیکھی اور نہ کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی۔ (مسند احمد)

یوں تو ہر قسم کا اناج اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن گندم اور اس کی روٹی اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها. (القرآن)

اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضور ایک شخص کی عیادت کرنے گئے اور دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اس نے کہا گندم کی روٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس گندم کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کو بھیج دے پھر آپ نے فرمایا جب تمہارا بیمار کسی چیز کو کھانے کی خواہش کرے تو اس کو وہ چیز کھلا دو (جبکہ وہ اس کے لئے نقصان دہ نہ ہو)۔

گندم بہترین اناج ہے نصف دنیا کی بنیادی غذا ہے خون اور گوشت اس سے پیدا ہوتے ہیں نشاستہ کی کثرت کی وجہ سے بدن فربہ کرتا ہے۔ دماغ کی طاقت کے لئے فاسفورس اور گلوکوز بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور سب سے زیادہ فاسفورس اور گلوکوز گندم سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ سہل الحصول ہے سو گندم کی روٹی کھانا سب سے عظیم نعمت ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اس نعمت کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہو۔ لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ گندم کے یہ فوائد تب ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب اس سے بھوسی نہ نکالی جائے اسی لئے حبیب دو جہاں ﷺ ان چھنے آٹے کی روٹی تناول فرماتے تھے۔

واخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين

رحمۃ اللعالمین

الحمد لله رب العالمين ٥ والعاقبة للمتقين ٥ حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ٥

امابعد! جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

ومآارسلناک الا رحمة للعلمين

ترجمہ۔ اور ہم نے نہیں بھیجا آپکو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت

حضرات گرامی!

اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کوتمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا خدا نے آپ کی ذات کو نہ صرف زمین وآسمان، مشرق ومغرب، شمال وجنوب، چرند وپرند جمادات ونباتات انسانات وحیوانات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا بلکہ اس کائنات ارض وسما میں پائی جانے والی ہر چیز کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو جب اس کائنات میں مبعوث فرمایا تو اس وقت کفر وشرک کا دور دورہ تھا، ہر شخص اپنے اپنے خدا بنائے بیٹھا تھا، کوئی سورج کی پوجا کرتا اور کوئی اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا بنائے بیٹھا تھا جب آپ اس دنیا میں آئے تو اس وقت خانہ کعبہ 360 بتوں سے بھرا تھا آپ نے لوگوں کو ایک خدا کے ماننے کی دعوت دی تو لوگ آپ کی ذات کے دشمن ہو گئے لیکن آپ نے کبھی اُن سے بدلہ نہ لیا



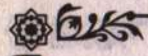
ارے یہ وہ رحمت کائنات ہیں جن کی بزم میں عبداللہ آئے تو صدیق اکبر
بن جائے، علی آئے تو حیدر کرار بن جائے، الغرض آپ کے دامن رحمت سے جو بھی
لپٹا آسمان کا ستارہ بن گیا

شرف اک کملی والے نے جنہیں بخشا ہے قدموں میں
وہ صحرا بن گئے ہیں گلستان، ایمان ہے میرا

خدا نے آپ کی عظمت کو اسقدر بلند کر دیا کہ آپ کا ہر فعل قرآن لاریب کی
شکل اختیار کرتا چلا گیا کارکنان قضا وقدر نے سید الکونین کی آمد پر پستی کو بلندی، ذلت
کو عزت، مضرت کو مسرت درد کو شفا اور زوال کو کمال کا زریں پیرہن عطا کیا۔ جن کے
صدقے ستاروں کو تابانی ملی، دریاؤں کو روانی ملی، چاند کو چاندنی ملی' کلیوں کو چٹکنا
'پھولوں کو خوشبو پھیلانا آ گیا اور خضر کو عمر جاودانی ملی۔ جب آپ علیہ السلام تشریف
لائے تو کواکب کی جلوہ باریاں اور قوس قزح کی رعنائیاں آپکے حسن وزیبائی کے حضور
سجدہ ریز ہوگئیں، بہر درخشاں کی تابناکیاں اور ماہ تاباں کی ضیاء پاشیاں رشک یوسف
کے رخ زیبا کا طواف کر کے گنگنانے لگیں۔

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجے بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ والہ

ارے لوگو یہ وہ حسن وجمال کا پیکر ہے کہ جس کے حسن پہ، جس کے جمال پہ،
جس کی خوبصورتی پے حسن یوسف کو بھی رشک آئے اور جس کی غلامی کیلئے انبیاء
علیہم السلام بھی خواہش کریں اس نظام رحمت نے سوچنے کے زاویے بدل دیئے،



زندگی کی قدریں تبدیل کر دیں، خیر وشر کے پیمانے الٹ ڈالے حضور اکرم ﷺ نے
گالیاں کھا کر بھی دعائیں فرمائیں، پتھر کھا کے بھی پھول برسائے، دکھ اُٹھا کر راحت
پہنچائی، فتح یاب ہو کر عفو درگزر سے کام لیا اور خون کے پیاسوں کو معافی کا سرٹیفکیٹ
دے کر تاریخ عالم پر رحمت عالم کا نقش دوام ثبت فرما دیا۔

دوستان محترم!

حبیب کبریا، مولائے انبیاء، سالار بدر، والی کونین، بطن آمنہ سے پہلے
کہاں اور کب تھے، بحر رسالت میں غوطہ زن شمع رسالت کے کسی پروانے نے کیا
خوب گہر نطق پیش کئے ہیں کہ حضور کب تھے؟ جب کب نہ تھا، جب، جب کا کوئی وجود
نہ تھا، جب تب بھی نہ تھا آپ اس وقت تھے جب آفتاب کی نور افشانیاں تھیں نہ کلیوں
کی تبسم آرئیاں، قوس قزح کی رعنائیاں تھی نہ مکین ومکان تھے، نہ زمین وزمان تھے،
جب دریاؤں میں روانی نہ تھی، قلزم میں جوانی نہ تھی، ستاروں میں چمک نہ تھی، بہاروں
میں مہک نہ تھی، خلیل اللہ تھے نہ صفی اللہ، کلیم اللہ نہ روح اللہ، جبرائیل ومیکائیل تھے نہ
عزائیل واسرافیل تھے، موت تھی نہ حیات تھی، صرف ایک اللہ اور دوسرا محمد کا نور تھا۔

یاصاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

قربان جاؤں تاجدار انبیاء کی عظمت پہ جنہیں اللہ نے پوری کائنات کیلئے
رحمت بنا کر بھیجا خدا کی قسم آپکے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہو گیا، ڈوبا ہوا سورج
واپس آ گیا، درخت چلنے لگے، پتھر بولنے لگے، اگر ہم چشم بصیرت سے دیکھیں تو یہ

کہنا پڑتا ہے:

محمد باعث حسن جہاں ایمان ہے میرا

محمد حاصل کون مکاں ایمان ہے میرا

دوستو! چاند رب کا ہے چاندنی مصطفیٰ کی ہے، سورج اسکا ہے چمک مصطفےٰ کی ہے، اے محبوب علیہ اسلام کہکشاں رب کی ہے دمک تیری ہے، ستارے رب کے ہیں چمک تیری ہے، عرش اسکا ہے مسند تیری ہے، لوح اسکا ہے متبع تیرا ہے، قلم اسکا ہے تحریر تیری ہے، کرسی اسکی ہے عزت تیری ہے، قرآن اسکا ہے بیان تیرا ہے، فرشتے اسکے ہیں خادم تیرے ہیں، عرش اسکا ہے قدم تیرے ہیں، کوثر اسکا ہے وراثت تیری ہے، جنت اسکی ہے ملکیت تیری ہے، پھول اسکے ہیں خوشبو تیری ہے، مخلوق اسکی ہے امت تیری ہے، انبیاء اسکے ہیں محبّ تیرے ہیں، آسمان اسکا ہے چرچے تیرے ہیں، بخشش اسکی ہے شفاعت تیری ہے، جہاں اسکا ہے صدقہ تیرا ہے، کرم اسکا ہے رحمت تیری ہے، خدائی اسکی ہے مصطفائی تیری ہے۔

اللہ اللہ شاہ کونین جلالت تیری

فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

آج عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی زبان پر ذکر مصطفےٰ کے چرچے ہیں، درود کے تحفے سلام کے نذرانے پیش کئے جارہے ہیں

حضور کا ذکر کائنات کی ہر شے نے کیا، آپکا ذکر صدیق اکبر نے کیا، فاروق اعظم نے کیا، عثمان غنی نے کیا، مولا علی نے کیا، ہر مومن نے کیا، ہر ولی نے کیا بلال حبشی نے

کیا، صہیب رومی نے کیا، اویس قرنی نے کیا، مکہ والوں نے کیا، مدینے والوں نے کیا، عرب والوں نے کیا، عجم والوں نے کیا، فرش والوں نے کیا، عرش والوں نے کیا، خاکیوں نے کیا افلاکیوں نے کیا، مشرق والوں نے کیا، مغرب والوں نے کیا، شمال والوں نے کیا، جنوب والوں نے کیا

کرم کے بادل برس رہیں ہیں دلوں کی کھیتی ہری بھری ہے

یہ کون آیا کہ ذکر جس کا نگر نگر ہے گلی گلی ہے

حضور اکرم ﷺ کی عظمت کا اندزہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار تشریف فرماتھے، آپ کے جانثار صحابہ بھی تشریف فرماتھے کہ اچانک جبرئیل علیہ اسلام میرے آقا کے پاس تشریف لائے اللہ کا سلام وپیغام پہنچایا جب جانے لگے تو میرے آقا، مختار کل، ہادی دو جہاں، رب کے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل! عرض کی جی آقا! آپ نے فرمایا جبرئیل تو نے ساری مخلوق دیکھی ہے یہ بتاؤ کہ کوئی مجھ جیسا بھی تمہیں نظر آیا؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا:

اے میرے آقا میں نے تمام زمین دیکھی، آسمان دیکھا، عرش دیکھا فرش دیکھا، مشرق دیکھا، مغرب دیکھا، دنیا کا چپہ چپہ دیکھا، لیکن اے محبوب تجھ سے افضل انسان کوئی نہیں دیکھا۔

امیر خسرو اس جواب کو یوں بیان فرماتے ہیں

اک روز جبرئیل سے کہنے لگے شاہ اُمم تم نے دیکھے ہے جہاں بتلاؤ کیسے ہیں ہم؟

تو کہنے لگے روح الامین اے مہ جبین تیری قسم

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے جبرئیل تمہاری عمر کتنی ہے تو جبرئیل نے عرض کیا حضور مجھے کچھ خبر نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی ستارہ چمکتا تھا، تمام ستاروں کی چمک دمک اس ستارے کے آگے ماند پڑ جاتی جبرئیل کہتے ہیں کہ میں اس ستارے کے حسن میں، اس کی خوبصورتی میں کھو جاتا پھر وہ ستارہ چھپ جاتا آخر وہ ستارہ ستر ہزار برس کے بعد نمودار ہوتا میں پھر اسکی خوبصورتی میں کھو جاتا اسی طرح وہ ہر ستر ہزار برس کے بعد چمکتا اور چھپ جاتا میں نے اس ستارے کو بہتر ہزار مرتبہ چمکتے دیکھا حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ اے جبرئیل **وعزتی ربی انا ذلک الکوکب** میرے رب کی عزت کی قسم میں ہی وہ نورانی ستارہ ہوں۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے

پر نا ڈوبے نا ڈوبا ہمارا نبی

دوستان من! بارہ ربیع الاول کو آپ ﷺ تشریف لائے جب رات جا رہی تھی اور دن آ رہا تھا۔

دوستان محترم!

آپ ﷺ جس گھڑی تشریف لائے وہ گھڑی تمام گھڑیوں سے افضل، جس

سال تشریف لائے وہ سال تمام سالوں سے افضل، جس مہینے تشریف لائے وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل، جس ہفتے میں تشریف لائے وہ ہفتہ تمام ہفتوں سے افضل، جس دن تشریف لائے وہ دن تمام دنوں سے افضل، جس شہر میں تشریف لائے وہ شہر تمام شہروں سے افضل، جس قبیلے میں تشریف لائے وہ قبیلہ تمام قبیلوں سے افضل حتیٰ کے جس اُمت میں تشریف لائے وہ امت تمام امتوں سے افضل

امتی امتی لب پہ جاری رہا

امتی تیری قسمت پے لاکھوں سلام

آخر میں اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ ہم سب کو آپکی ولادت پاک کی خوشی میں شریک ہونے کی توفیق عطا فرمائے!

وماعلینا الاالبلاغ المبین.

امام احمد رضا

الحمد لله رب العالمين ٥والعاقبة للمتقين ٥حمد االشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

السلام علیکم!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع ملا ہے وہ ہے

"امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ"

ع گونج گونج اٹھے ہیں نغمات سے بوستاں

احمد رضا برصغیر پاک وہند کے ان علماء میں سے ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنے دور بلکہ زمان ومکان کی حدود سے ماورا ہوکر اسلامی زندگی کی ہمہ گیر روایات اور جدید دنیا کے تقاضوں کو سہارا دیا، احمد رضا خان ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی تخلیقات کے سہارے کم اور اپنے خلوص، جذبے اور عشق کے آسرے مشکل سے مشکل منزلوں کو بڑی جرات اور بیباکی سے سر کرلیتے ہیں۔

احمد رضا کی شاعری تقدیس، طہارت، جذبوں، نیک ارادوں اور عشق رسول کی ایک لازوال تاریخ ہے، ان کی شاعری لوح محفوظ کی جھلک ہو کر تابندگی حاصل کر چکی ہے، اس لئے اس کے حرف میں پیارے نبی ﷺ کے پیارے نام کی روشنیاں

شامل ہو چکی ہیں۔ مولانا روم نے اپنی ایک تمثیلی حکایت میں کہا تھا کہ مجنوں سے کسی نے پوچھا کہ تم صحرا میں کیا لکھ رہے ہو اس نے کہا تھا نام لیلیٰ کی مشق کر رہا ہوں۔ احمد رضا کی تحریریں کیا ہیں نام محمد ﷺ کی ریاضت ہیں، بس محبوب کی نعتیں اور محبوب کی باتیں لکھتے جا رہے ہیں اور تاریخ محبت بنتی جا رہی ہے۔

وہ دور ہوں تو بجا ترک دوستی کا خیال

وہ پاس ہوں تو کہاں اختیار اپنا ہے

احمد رضا تمہارے بخت پر کون ناز نہ کرے، تمہارے جگر کی پیاس کوشہ والا کی عطاؤں کے چھینٹے بجھاتے ہیں۔ کسی حسین شاہکار کو دیکھنے کے دو طریقے ہیں ایک قریب ہو کر دیکھنا اور خوب دیکھنا اور دوسرا ذرا فاصلے سے دیکھنا۔ احمد رضا کو بھی دونوں طریقوں سے دیکھا جا سکتا ہے قریب سے بھی اور ذرا فاصلے سے بھی، لیکن مشکل یہ کہ احمد رضا کو قریب سے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، اتنی روشنی' اتنا پیار' اتنی عطا' اتنی نوازشیں اور اتنا خلوص کہ دیکھنے والے کو اپنی تنگیءداماں کا احساس شدت سے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

احمد رضا کو فاصلے سے دیکھیں تو بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر وہ رب العالمین کی تائید اور فضل یافتہ نہ ہوتے تو تیرہ سو کتابیں یادگار عشق و آگہی نہ رہتیں۔ پچاس سے زیادہ علوم وفنون کے دروازے نہ کھلتے شعروادب میں معرکے بپا نہ ہوتے۔

اس انتہائے قرب نے دھندلا دیا تجھے

کچھ دور جا کے دیکھ سکوں تیرا بانکپن

اُن کی ساری زندگی ایک کمرے سے مسجد تک گزری لیکن اس حسن ساز اور تاریخ آفریں سفر نے نجانے انہیں مطمئن کیوں کر دیا اور پھر یہ کہ اطمینان اور سکون کے بغیر لکھا بھی نہیں جا سکتا۔

اس وقت انسانیت کے اصل مسائل بھوک، توہین، بغض، کینہ، نفرت، قتل اور دہشت گردی ہیں۔ احمد رضا کے دل سے یہ سبق لیا جائے کہ نام محمد کا نقش سینہ بہ سینہ، دل بہ دل اور روح بہ روح منقسم ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بہت سی مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ آیئے! ہم عہد کریں کہ ہم احمد رضا خان اور اُن جیسے دوسرے رہنماؤں کے نقش قدم پر چل کر نام مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کریں۔

ان کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر

بے نواؤ! فکر ثروت کیجئے

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

نیا ہے دور پرانے چراغ گل کردو (برعکس)

الحمد لله رب العالمین o والعاقبة للمتقین o حمد االشاکرین والصابرین والعابدین والزاهدین o الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین o

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو!

پھر میری پسماندگی کو ارتقاء درکار ہے

جناب میر مجلس! معزز و مکرم اساتذہ کرام! جملہ وابستگان وفیض یافتگان مکتب ہذا!

آج کی اس مجلس میں ہمیں جس عنوان پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے

''نیا ہے دور پرانے چراغ گل کردو!''

دوستان محترم!

میں شاعر ہوتا تو پرانے چراغوں سے جگمگ، جگمگ کائنات کا نقشہ کھینچتا یا پرسکون جھیل میں کھلے کنول کی تشبیہ سے کام چلا لیتا۔ لیکن میں شاعر نہیں ایک طالب علم ہوں۔ اس لیے اپنے مافی الضمیر کو سادہ پیرائے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جن کے دل پتھر کے ہیں ان پر تو کیا ہوگا اثر

میرے دل کی یہ صدا ہے دردمندوں کے لیے

سامعین محترم!

لاریب قرآن میں پاک پروردگار نے اقوام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ

تم سے زیادہ قوت والے، کھیتی باڑی کرنیوالے اور پہاڑوں میں گھر بنانیوالے تھے، پرانے چراغوں کی لو اتنی روشنی دینے والی تھی کہ اس روشنی میں کندن بننے والوں کا ذکر بار بار قرآن میں کیا جا رہا ہے۔

پھر آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم“ یعنی سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر اسکے بعد کا پھر اسکے بعد کا۔ گویا دور وہی اچھا ہے جو قدیم ہے نا کہ وہ جو جدید ہے۔

اور پھر بڑی عجیب بات کی گئی کہ پرانے چراغ گل کر دو! آپ بتائیے کہ اگر چراغ گل کر دیا جائے تو روشنی کا کوئی تصور باقی رہ جاتا ہے؟ چراغ کے بجھ جانے کے بعد دور دور تک اندھیروں کا راج ہوتا ہے اور یہ ان لوگوں کے مقدر کا حصہ بن جاتا ہے جو بانگ دہل یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ

”نیا ہے دور پرانے چراغ گل کر دو!“

جنابِ صدر!

پرانے چراغوں کی بدولت، چشم فلک نے صدیوں پہلے دیبل کے مندر سے کفر و شرک اور وحشت و چنگیزیت کا پرچم سرنگوں ہوتے دیکھا تو کبھی محمود غزنوی کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے سومنات پر زلزلے بپا ہوتے دیکھے اور قطب الدین ایبک سے عالمگیر تک اسلامی جبروت کے وہ نمونے دیکھے جن کے سامنے فغفوری کروفر بھی کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔

انہی چراغوں کے نام لیوا ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے 313، ہزار

پر بھاری پڑ جاتے، آوازہ تکبیر بلند کرتے اور خیبر اکھیڑ دیتے، تلوار اٹھاتے اور قیصر و کسریٰ کا نام تک مٹا ڈالتے، دینے پہ آتے تو گھر کا گھر سپرد خدا کر دیتے، معاشیات کی بات کرتے تو علم کی حدوں کو جا لیتے، اخلاق کی بات ہوتی تو فقط کردار سے نوے لاکھ کو کلمہ پڑھا دیتے مگر:

افسوس کے پھر ایک روز باد سموم چل پڑی، چند جذباتی لوگ اٹھے اور نعرے لگانے لگے کہ پرانی چیزوں کو بھلا دو، پرانے چراغوں کو گل کر دو، ہمیں چراغوں کی روشنی کی حاجت نہیں رہی نتیجہ کیا نکلا:

بنگال ویران ہو گیا، دہلی بے چراغ ہو گیا، دکن اجڑ گیا، شیر میسور کی تلوار ٹوٹ گئی، قرطبہ سسکیاں لینے لگا، غرناطہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، سسلی کا ساحل یکا یک خاموش ہو گیا، جبرالٹر کی کھاڑیاں طارق کا نام لے لے کر آہیں بھرنے لگیں مگر ہم نئے دور میں اس قدر کھو گئے کہ عراق بھی کھو دیا اور افغانستان بھی لٹا دیا۔

شک نا کرو میری خشک آنکھوں پر یوں بھی آنسو بہائے جاتے ہیں

جنابِ صدر!

دوستوں نے کہا کہ آگے بڑھو! آگے بڑھو! اور آگے بڑھو! مگر میں کہتا ہوں کہ پیچھے چلو، پیچھے چلو اتنا پیچھے چلو کہ دور محمدی ﷺ لوٹ آئے کہ جہاں سے حقیقتاً نیا دور شروع ہوتا ہے۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو پھر میری پسماندگی کو ارتقاء درکار ہے

﴿والسلام﴾

حافظ قرآن کا مقام

الحمد لله رب العالمين ٥ والعاقبة للمتقين ٥ حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع ملا ہے وہ ہے

"حافظ قرآن کا مقام"

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون. یہ جو آیت کریمہ میں نے آپکے سامنے پڑھنے کا شرف حاصل کیا اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"بے شک ہم نے قرآن کریم کو نازل فرمایا اور اسکی حفاظت بھی ہم ہی کریں گے"

اس وعدہ حفاظت کو پورا کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان میں سے اپنے لطف وکرم اور نظر رحمت سے کچھ افراد کو منتخب کیا ہے اور انکے سینوں کو اپنے پاک کلام سے سرفراز فرمایا ہے وہ خوش قسمت افراد جن کے سینوں میں قرآن کریم محفوظ ہو گیا ہے وہ سعادت مند انسان جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی حفاظت کیلئے چن لیا حافظ قرآن کہلاتے ہیں۔

قرآن پاک اپنی رحمت کے دروازے جس پر کھول دے وہی علم وحکمت والا ہے آپ دیکھئے کہ انسان کی ملکیت میں ایک محل ہو جو کئی کمروں پر مشتمل ہو ان میں

سے ایک کمرہ اس نے اپنے آرام کیلئے مخصوص کیا ہوتو انسان کو اپنے اس کمرہ سے ایک خاص انس ہوگا حالانکہ مالک وہ سب کمروں کا ہے۔اسی طرح مخلوق تو سب اللہ کی ہے اور وہ ہر ایک کا خالق و مالک ہے لیکن جس کے سینے میں اسکا اپنا کلام ہوگا جو زبان اسکے قرآن سے تروتازہ ہوتی ہو اللہ تعالیٰ کو ایسا آدمی بہت زیادہ محبوب ہے۔

اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت میں لپٹے ہوئے ہیں اللہ کا نور زیب تن کیے ہوئے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کا علم رکھنے والے ہیں جس نے اللہ کے ان محبوب بندوں سے دشمنی کی۔تو یقیناً اس نے اللہ سے دشمنی کو مول لیا،اور جس نے ان سے دوستی کی اسنے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی،حافظ قرآن کیلئے یہ کتنا بڑا اعزاز اور شرف ہے کے کالی کملی والے آقا حضرت محمد ﷺ کی زبان اقدس اسے معلم کتاب اللہ قرار دے رہی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پاک حفظ کیا اللہ کے ہاں اسکی دعا قبول ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دنیا میں جلدی اسکا ثمر عطا کردے اور اگر چاہے تو آخرت میں اسکے لیے ذخیرہ رکھ لے۔اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن حافظ قرآن سے فرمائے گا کہ قرآن پاک پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا حافظ قرآن کے ماں باپ کو خداوند کریم سونے کیطرح چمکتا ہوا تاج پہنائیں گے جو نور سے چمکتا ہوگا۔لوگ ان کو دیکھ کر سوچیں گے کہ یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نبی یا ولی گزر رہا ہے تو غیب سے ندا آئے گی کہ یہ نہ ولی ہے نہ نبی ہے یہ حافظ قرآن کے ماں باپ جارہے ہیں کتنے خوش قسمت ہیں وہ ماں باپ جن کے بچوں نے قرآن پاک حفظ کیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سعادت نصیب فرمائے۔واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان

الحمد للہ رب العالمین ٥ والعاقبة للمتقین ٥ حمد اا الشاکرین والصابرین والعابدین والزاهدین ٥ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین ٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

السلام علیکم!

آج میں جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت کررہا ہوں وہ ہے

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان''

ویسے تو نبی کریم ﷺ کا ہر صحابی نہایت شان وشوکت والا ہے لیکن جو شان وعظمت،بزرگی وفضیلت،دانائی وحکمت اور اعلیٰ مرتبہ ومقام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔

کیا شان ہے مولا علی رضی اللہ عنہ کی جن کی جائے ولادت کعبۃ اللہ اور جنھوں نے آنکھ کھولی تو رسول خدا ﷺ کی آغوش رحمت میں۔تربیت پائی تو امام الانبیا ﷺ کی زیر نگرانی۔یہی وجہ تھی کہ ساری زندگی آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی سجدہ ریز ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہ دور جاہلیت میں بھی ہر قسم کی معصیت سے پاک رہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت سیجعل لهم الرحمن ودا.

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یقیناً اللہ ان کے لیے (مومنوں کے دلوں میں) محبت پیدا فرما دے گا۔

یہ آیت مقدسہ امام الاولیاء، مولیٰ مشکل کشا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حب علی رضی اللہ عنہ کو ایمان کی شرط ٹھہراتے ہوئے مومنین کے دلوں میں مولا مشکل کشا شیر خدا کی محبت ودیعت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے ہر مومن کے ایمان کی پختگی کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"منافق علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرتا اور مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھتا"

بقول شاعر

بغیر حب علی رضی اللہ عنہ مدعا نہیں ملتا
عبادتوں کا بھی ہرگز صلہ نہیں ملتا
خدا کے بندو! سنو! غور سے خدا کی قسم
جسے علی نہیں ملتے اسے خدا نہیں ملتا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت ملاحظہ کیجیے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ "جس کا میں مولا ہوں اُس کے علی رضی اللہ عنہ بھی مولا ہیں" ایک دوسری جگہ فرمایا۔ "اے علی رضی اللہ عنہ! تیرا گوشت میرا گوشت ہے تیرا جسم میرا جسم ہے"

سید پیر مہر علی شاہ صاحب اس کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں ۔

مہر علی ہے حُب نبی اور حب نبی ہے مہر علی
لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

سرور کائنات ﷺ اس عظیم الشان صحابی رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت رکھتے ہیں ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ "پہلے زمانے کا سب سے بڑا شقی وہ شخص تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا اور آئندہ زمانے کا سب سے شقی تمہارا قاتل ہوگا۔"

یہ سعادت بھی صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نصیب میں آئی کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ "اے علی رضی اللہ عنہ! تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو" قربان جاؤں عظمت مرتضی رضی اللہ عنہ پر کہ جنہیں سید المرسلین ﷺ نے دنیا و آخرت میں اپنا بھائی فرمایا۔ ایک اور جگہ کملی والے آقا ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے امتیو! میرے کلمہ پڑھنے والو! نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، زکوۃ ادا کرنا عبادت ہے مگر علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے"

آپ رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کے کیا ہی کہنے!

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے کے دعویدار تو بہت ہوں گے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی شان وشوکت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کی گواہی خود رسول پاک ﷺ نے دی جب جنگ خیبر کے موقع پر بڑے بڑے صحابہ کرام قلعہ قموص فتح کرنے میں ناکام

رہے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کل میں جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا کہ جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے" ایک دوسری جگہ ہے کہ "اللہ اور اسکے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں"۔ اب اگرچہ ہر صحابی کی یہ خواہش تھی کہ یہ جھنڈا اسے ملے لیکن اگلی صبح آپ ﷺ نے فرمایا "علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟"

چنانچہ یہ جھنڈا آپ رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوا اور قلعہ خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے علم وحکمت ودانائی کا ثبوت رسول پاک ﷺ کی احادیث سے ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ فرمایا۔ "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں" ایک دوسری جگہ فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

اندازہ کیجیے مولا مشکل کشا کی شان کا کہ نبی پاک ﷺ نے ان کی ایک نماز کی ادائیگی کے لیے سورج کو واپس پھرا دیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنا چاہوں تو دن سے رات ہو جائے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کا ایک حصہ بھی بیان نہ کر سکوں۔

مختصر یہ کہ

میرے حاجت روا مولا علی ہیں
میرے مشکل کشا مولا علی ہیں
علی کی دید، دید مصطفےٰ ہے
کہ نورِ مصطفےٰ مولا علی ہیں
ولی ہو، غوث ہو قطب جہاں ہو
ہر اک کے پیشوا مولا علی ہیں

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

فکر اقبال کا منبع وماخذ قرآن وسنت

الحمد لله رب العالمین ٥والعاقبة للمتقین ٥حمدا الشاکرین والصابرین والعابدین والزاهدین٥ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

فلسفی شاعر جناب حضرت اقبال نے

قوم مسلم کو جھنجھوڑا اور بنایا کارواں

صدر ذی وقار!

آج کے اس ایوان میں عنوان گفتگو ہے "فکر اقبال کا منبع وماخذ قرآن وسنت"

دوستان محترم! یہ قانون فطرت ہے کہ جب کوئی قوم عظمت رفتہ کو بھول جایا کرتی ہے ورثہ اسلاف کے زیاں کا احساس روپوش ہو جاتا ہے تو یاس وناامیدی کے بحر بے پایاں میں اس قوم کا سفینہ ہچکولے کھانے لگتا ہے تب مشیت ایزدی کی طرف سے ایک نمائندہ جلوہ فرما ہوتا ہے جو قوم کی ڈوبتی ناؤ کو ہمکنار ساحل کرتا ہے۔

دوستان محترم!

برسوں پہلے جب ملت اسلامیہ جاں بلب ہو چکی تھی اور چراغ سحری کی مانند دم توڑ رہی تھی قریب تھا کہ ان کے اذہان مفلوج اور حواس مختل ہو جاتے دفعتاً قدرت کی طرف سے اقبال ہلال مشرق کے روپ میں نمودار ہوا سوز جگر سے لبریز

جس کی اذان نے خوابیدہ قوم کو بیدار کر دیا۔

اٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں

نفس سوختہ وشام وسحر تازہ کریں

دوستان محترم!

اقبال دینی کتب کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچے کہ قوم کی تقدیر ابھرنے والی نسل کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، اور تعمیر نوان کے مستقل ارادوں کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے، بے شک زمانہ کی رفتار کو بدلنا اقبال علیہ الرحمہ کا بہت بڑا کارنامہ تھا انہوں نے نہ صرف اسلامی بلکہ مغربی علوم کا گہرا مطالعہ کر کے قوم کے سامنے ایک اسلامی فلسفہ پیش کیا، ان کے نزدیک توحید پر مکمل ایمان، حضور علیہ السلام سے محبت اور سنت رسول ﷺ کی پیروی سے خوف اور مایوسی ختم ہو جاتی ہے امید، ہمت اور جرات پیدا ہوتی ہے، قوم کو جگانے اور آگے بڑھنے کیلئے فرمایا

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

فکر اقبال سے کون آشنا نہیں وہ اقبال جس نے فکر کو روح کلام بنایا اقبال کی

فکر کیا تھی کہ اقبال امیری نہیں فقیری چاہتا تھا وہ وزیری نہیں بلکہ ذوق شبیری چاہتا تھا اس لیے وہ خاک نجف و مدینہ کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہے اور کبھی داتا ہجویری کے مزار پر جاتا ہے۔ اس طائر لاہوتی نے صورت عندلیب گلشن طیبہ میں گیت گائے اور کبھی کوہ پر آنسو بہائے۔

ہے یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو

میری نواؤں میں ہے جگر کا لہو

دوستان محترم

کاش دیدہ بینائے قوم اقبال کے اس فلسفہ کی حقیقت کو سمجھ سکتے کہ جذبات واحساسات کا حقیقت اشیاء پر اس قدر گہرا اثر پڑتا ہے کہ پتھر نے جب بھی خود پر شیشہ ہونے کا گمان کیا تو وہ سچ مچ شیشہ ہو گیا اور ٹوٹنا پھوٹنا اس مقدر بن گیا جیسے کہ

چمک سورج میں کیا باقی رہے گی

اگر بے زار ہو اپنی کرن سے

تو عزیزان محترم!

بات ہو رہی تھی فکر اقبال کی تو اقبال سے پوچھا گیا کہ اے اقبال! تو نے فکر قرآن وسنت کہاں سے سیکھا؟ تجھے فلسفہ خودی کہاں سے ملا تجھے علامہ کا لقب کیسے ملا تو اقبال جواب دیتا ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام پر ایک کروڑ مرتبہ دورد پاک پڑھا تھا جسکی وجہ سے مجھے یہ مرتبہ ملا۔

سامعین محترم!

اقبال کا فلسفہ فکر من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی بالکل صحیح تصویر اور جامع و اکمل تفسیر ہے عالمگیری مسجد کے پرشکوہ میناروں تلے مزار اقبال آج بھی رطب اللسان ہے۔

اے دل نہ بنا غیر کو محرم اپنا

ہر زخم پہ آپ رکھ تو مرہم اپنا

تنہائی میں آپ اپنے دکھ درد کو جھیل

اپنے کو بنا آپ ہی ہمدم اپنا

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

الحمد للہ رب العالمین ٥ والعاقبة للمتقین ٥ حمد ا الشاکرین والصابرین والعابدین والزاھدین ٥ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین ٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

نہایت ہی واجب التعظیم زینت مسند صدارت اور عزیز دوستو!۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے آج کے اس اعوان میں عنوان گفتگو ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

اسی حوالہ سے چند باتیں گوش گزار کرنے کی کوشش کرونگا

صدر محترم!

خدائے بزرگ وبرتر نے انسان کو پیدا کیا اور اسکے اندر دل رکھا۔تا کہ یہ دوسروں سے محبت کرے، الفت کرے بچوں سے شفقت کیساتھ پیش آئے، غریبوں کی مدد کرے یتیموں سے بھلائی کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وات ذاالقربی حقہ والمسکین

مگر افسوس کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان سے منہ موڑ لیا۔اپنے پیارے وطن کی حالت زار اور یہاں کے باسیوں کا رویہ دیکھ کر میرے دل میں درد اور آنکھوں میں ایک مدت سے فصل گریہ ہلا ہورہی ہے اور اب تو یہ عالم ہے کہ میں سراپا درد بن چکا

ہوں آج یہ سوچ کر کہ خاموشی کسی نہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اہل دل کی اس محفل میں اپنی چیخیں سنانے چلا آیا ہوں۔

امید ہے آپ میری محدود سوچ کا ساتھ ضرور دیں گے۔ منہ چھوٹا ہے مگر بات بڑی ہے۔

تاریخ کے بوسیدہ اوراق کو کھولیے، آہ! ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے سکون ہی سکون ہے ہر طرف امن و آشتی کا دور دورا ہے بادشاہ وقت راتوں کو جاگ جاگ کر رعایا کی پریشانیاں معلوم کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی عورت سندھ میں بیٹھی مدد کیلئے پکارتی ہے تو محمد بن قاسم دل میں انسانیت کا درد لیے اس کی مدد کو پہنچ جاتا ہے مگر آج جب میں اپنی سپنے دیکھنے والی آنکھوں کی چلمن کو ذرا سا اوپر کی طرف اٹھاتا ہوں۔ تو ایک طرف بلند و بالا محلات اور دوسری جانب جھونپڑیوں کا عجیب و غریب تضاد دیکھ کر حیران ہو جاتا ہوں پھر مجھے شاعر کا خیال جھنجوڑ دیتا ہے۔

ایزدیہ محل اس لیے اتنے بلند ہیں
کاشانہ غریب میں مطلق سحر نہ ہو

مفلسوں کی خاک قبر سے صبح و شام باقاعدگی کے ساتھ ماتم سنائی دیتا ہے۔ میں نے سخت سردی میں غریب بچوں کو جھوٹے برتن مانجھتے دیکھا ہے مگر کسی کے دل میں خیال آتا نہیں دیکھا۔ باپردہ عورتوں کو بھیک مانگتے دیکھا۔ میلے کچیلے بچے رنگ برنگی کاروں کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ تو ناز و نعم میں پلے نوجوان انہیں قہر آلود نظروں سے گھورتے ہیں، انہیں یہ معلوم نہیں۔ کہ

درددل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ کچھ کم نہ تھے طاعت کیلئے کروبیاں

ہادی عالم نے فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

دوستان محترم۔

محمد علی جناح کو قائداعظم کس نے بنایا ملت کے درد نے علامہ اقبال کو مفکر کس نے بنایا انسانیت کے درد نے۔

آج ہم بھی اگر کچھ بننا چاہتے ہیں تو ہمارا دل کسی کے دکھ کو دیکھ کر پسیج جانا چاہیے ہمیں انسانیت سے پیار کرنا چاہیے۔ اگر کسی کو کوئی پریشانی ہے تو اسے اپنی پریشانی خیال کرنا چاہیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ کوئی آپ سے پیار کرے تو آپ کو اس سے پیار کرنا چاہئے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے

الحمد لله رب العالمين o والعاقبة للمتقين o حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين o الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين o

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

الذی علم بالقلم o

صدق الله مولنا العظيم.

اللہ نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

سعادت، سیادت، عبادت ہے علم

حکومت ہے، دولت ہے، طاقت ہے علم

یہ پوچھو کسی مرد مختار سے

قلم تیز چلتا ہے تلوار سے

معزز ومکرم اساتذہ کرام، میر مجلس اور میرے ہم مکتب ساتھیو! جیسا کہ آپ حضرات کے علم میں ہے آج کے اس مقابلہ حسن تقریر میں جس عنوان پر لب کشائی کی جارہی ہے۔ وہ ہے

"قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے"

دوستان محترم!

تاریخ عالم شاہد ہے جن لوگوں کے قلم زنگ آلود ہو گئے، علم وحکمت سے جن کا رابطہ منقطع ہو گیا اور جن کی انگلیاں قلم کو دھتکار کر طاؤس ورباب کے تاروں پر رقص کرنے لگیں وہ لوگ عزت و دولت متاع غیرت اور شہرت سے محروم کر دیئے گئے شب زفاف اور حجلہ عروسی کے اشتیاق میں جنہوں نے میدان حکمت کو خیر باد کہہ دیا ان کے تابندہ نقوش لوح جہاں سے مٹا دیئے گئے۔

جاگتی نظروں سے تم پڑھنا کبھی تاریخ کو　　لٹنے کا سبب اور سانحہ مل جائے گا

جناب صدر!

دین فطرت ہر قدم پر دعوت علم دیتے ہوئے تسخیر کائنات پر کمربستہ ہونے کی ترغیب دیتا ہے آج سے سوا چودہ سو برس پہلے غار حرا میں پھوٹنے والی روشنی علم کی ہی روشنی تھی پہلا آفاقی پیغام ''اقراء'' پڑھنے کا دیا گیا تھا۔ تلوار پکڑ کر لڑنے کا نہیں دیا گیا تھا۔ اور پہلی وحی کی آخری آیت میں خدائے لم یزل نے قلم کی اہمیت کو اوج ثریا تک پہنچا دیا اور فرمایا کہ وہی تو ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔

نبی مکرم شفیع معظم جان دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ایک عالم کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے بدر جہا بہتر ہوتی ہے۔

جناب صدر!

قرآن کریم تو اپنی لافانی آواز میں سوا چودہ سو سال سے لوگوں کے اذہان جھنجوڑ رہا ہے کہ اے لوگو! پڑھو اور زیادہ پڑھو!

مگر آج کے نام نہاد مسلمان بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جنہوں نے حطۃ کو حنطۃ بنا دیا تھا۔ ان لوگوں نے پڑھنے کی بجائے لڑو! اور لڑو! کی پالیسی اپنائی اور ذلیل وخوار ہو گئے۔

جناب صدر!

میں جانتا ہوں کہ تلوار بھی بڑی طاقت رکھتی ہے تلوار کے ذریعے حکمران و فاتحین ملکوں اور علاقوں کو فتح کرتے ہیں اور اسی کے ذریعے انتظام سلطنت چلاتے ہیں لیکن قلم کی طاقت اور قوت تلوار سے بڑھ کر ہے قلم دلوں اور روحوں کو تسخیر کرتا ہے یہ لوگوں کے دل ودماغ میں انقلاب لاتا ہے اور اسی طرح ان کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ تلوار کی فتوحات عارضی ہوتی ہیں لیکن قلم کی فتوحات لازوال ہیں آج دنیا کتنے صاحبان سیف اشخاص کو فراموش کر چکی ہے لیکن صاحبان قلم ہستیاں زندہ جاوید ہیں۔

جناب صدر!

کیا چاند تلوار کے زور پر مسخر کیا گیا؟ کیا انسان نے سر بفلک پہاڑ، لق ودق صحراء اور لامحدود فضائیں تلوار تھام کر تسخیر کی ہیں؟ یہ علم ہی کا فیض ہے کہ آج انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے اور دوسرے سیاروں کی تسخیر کے منصوبے بنا رہا ہے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں　　کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

موجودہ زمانے میں جتنی چیزیں ایجاد ہوئیں وہ سب علم کی بدولت ہوئیں ریل گاڑی سے لے کر راکٹ تک سب چیزیں علم نے ایجاد کیں۔

جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے　　جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

جناب صدر!

علم کی روشنی قلم کی نوک سے پھوٹا کرتی ہے حصول علم کی راہ میں قلم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر یہی علم ہمیں خدا تک پہنچاتا ہے زمین کی تہہ تک لے جاتا ہے اور کبھی اوج ثریا کو بے نقاب کر کے آنکھ کے سامنے لا رکھتا ہے۔

دوستان محترم! آخری بات نہایت افسوس سے کر رہا ہوں کیا انقلاب زمانہ ہے؟ جن کے خرمن طیش سے بجلیاں اور ذوق علم سے بڑے بڑے دماغ بھیک مانگا کرتے تھے جن کے ولولوں کے آگے دولت شورش سے معمور بھری موجیں سجدے کیا کرتی تھیں جنہوں نے قلم تھام کر بندہ نوازیوں کے آئین ترتیب دیئے، مساوات کے دستور مرتب کیے، کائنات کے رازہائے سربستہ کو فاش کیا اور جن کے نقش قدم پر صرصر نے مسکن بنائے آج ان کا آشیانہ، افکار وعمل اور ذوق قلم سے ناآشنا ہو چکا ہے۔

افسوس صد افسوس! اے گم گشتہ خزانوں کے وارث غار حرا کا پہلا الوہی پیغام اگر تیرے تصورات کا مرکز ومحور بن جائے اور قلم کی عظمت واہمیت تیرے رگ وریشے میں سرایت کر جائے تو کارکنان قضاوقدر دنیا کی عظیم سلطنتیں پاش پاش کر کے تیرے پاؤں کے نیچے پھینک دیں گے۔

منزلیں آ کے پکاریں گی سفر سے پہلے　　جھک پڑے گا در زنداں میرے سر سے پہلے

اور پھر سب لوگ بہ بانگ دہل یہ نعرہ مستانہ بلند کریں گے کہ

پوچھو کسی مرد مختار سے　　قلم تیز چلتا ہے تلوار سے

واخر دعوانا الحمدللہ رب العالمین

علم کی اہمیت وفضیلت

الحمد للہ رب العالمین o والعاقبة للمتقین o حمدا الشاکرین والصابرین والعابدین والزاھدین o الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین o

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

علم کی اہمیت وفضیلت

علم کا مقصد ہے پاکی عقل وخرد

فقر کا مقصود ہے عفت قلب ونگاہ

معزز سامعین!

السلام علیکم ورحمة وبرکاته

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب o

ترجمہ: کہہ دیجیے جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ بے شک عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

چشم فلک گواہ ہے کہ کفر واسلام کی جنگ، حق وباطل اور خیر وشر کی لڑائی، نور وظلمت کا مقابلہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا ہدایت اور گمراہی دو متضاد راستے ہیں جو دن اور رات کی طرح کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اسلام سے قبل دنیا جہالت کی

تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی یہی وجہ کہ انسان مظاہر فطرت کے سامنے سجدہ ریز تھا ان کی پوجا کرتا تھا اسے معلوم نہیں تھا کہ مظاہر فطرت تو اس کے فائدے کیلئے پیدا کیے ہیں۔

ایک وہ ہے کہ ان کو ہی رب ماننے لگا تھا۔

علم کے معنی ہیں جاننا واقفیت حاصل کرنا ہے تاریخ انسانیت میں اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ہر شخص کیلئے حصول علم فرض قرار دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین بھی جانا پڑے قرآن مجید کی رو سے ''انسان کو تمام مخلوقات پر صرف علم کی وجہ سے ہی برتری حاصل ہوئی'' حتی کہ فرشتوں پر بھی بعض انسانوں کو برتری حاصل ہے۔

جو پایا علم سے پایا بشر نے

فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایا

اسطرح اسلام علمی دنیا میں عالم نور کا پیغام ہے قرآن مجید میں علم کی اہمیت پر اور فضیلت پر بہت زور دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو علم کے اضافے کیلئے یہ دعا سکھائی۔

''قل رب زدنی علماً''

ترجمہ۔ کہو اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما!

(1) سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی اسکا آغاز اقراء پڑھنے سے ہوا۔

(2) جو شخص علم حاصل کرنے کی راہ اختیار کرتا ہے اللہ اس کیلئے جنت کا

راستہ آسان کر دیتا ہے۔

(3) علم صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے جبکہ مالدار کو اپنے مال کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔

(4) مال بے وفا ہے جو مرنے کے بعد دنیا میں رہ جاتا ہے، علم قبر میں بھی ساتھی ہے۔

(5) علم انبیاء کی میراث ہے اور مال فرعون، ہامان اور نمرود کی میراث ہے۔

(6) مالداروں کے سب لوگ محتاج نہیں ہوتے ہیں صاحب علم کا ہر شخص محتاج ہوتا ہے۔

(7) علم پل صراط پر گزرتے وقت سہارا دے گا جبکہ مال کمزور کرئے گا۔

(8) طالب علم کی رضا کیلئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

(9) جب کوئی عالم دین کسی بستی پر سے گزرے تو چالیس دن کیلئے قبر کا عذاب اٹھا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا

(10) ماں کی گود سے لے کر قبر تک علم حاصل کرو۔ حضرت علی کا قول ہے۔

جس نے مجھے ایک لفظ پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں۔

علم ایک لازوال دولت ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے۔ اسکو کوئی چرا نہیں سکتا اور علم معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ علم ہی کی بدولت ہم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں۔ اور ایک جاہل شخص اللہ تعالیٰ کو بہتر طور پر پہچان نہیں سکتا۔ قرآن پاک

میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے۔" نور و ظلمت، اندھا اور آنکھوں والا دھوپ و سایہ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اسطرح عالم اور جاہل بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ علم پھول ہے جو ہمیشہ مہکتا ہے اور جاہلیت خار ہے۔ علم کے ذریعے انسان یہ معلوم کرتا ہے کہ اس کی زندگی کا اصل مقصد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام انسانوں اور حیوانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

علم ایک ایسا نور اور روشنی ہے جس سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور علم کی بدولت انسان کو حقیقی قدر و منزلت حاصل ہوتی ہے۔ علم کی بدولت اس کا نام رہتی دنیا تک قائم رہتا ہے۔ قلم ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے دلوں کو تسخیر کیا جا سکتا ہے۔ علم انسان کے اخلاق کی تعمیر کرتا ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم دین پڑھنے اور اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقول علامہ اقبال

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نا نوری ہے نا ناری ہے

واخو دعوانالحمدللہ رب العالمین

اسلامی گھریلو ماحول

الحمد للہ رب العالمین ○ والعاقبة للمتقين ○ حمد اا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ○ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ○

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

معزز و مکرم اساتذہ کرام! میر مجلس! جملہ سامعین و ناظرین! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے آج کے اس مقابلہ حسن تقریر میں جس عنوان پر اظہار خیال کیا جا رہا ہے وہ ہے۔

"اسلامی گھریلو ماحول"

جناب صدر!

ریت کے صحراؤں اور جنگلوں میں بسنے والی ایک قوم تھی۔ ننگے رہنا ان کا لباس اور حرام گوشت ان کی خوراک تھی۔ لوٹ مار ان کا پیشہ اور قتل و غارت گری ان کا شیوہ تھا، شراب نوشی، جوابازی اور دوسری سب برائیاں ان کی گھٹی میں پڑی تھیں، باپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی بیٹا ماں سے شادی رچا لیتا، گھر گھر میں بت کدہ موجود تھا۔ گھریلو ماحول جنگلوں سے بھی خوفناک اور وحشتناک تھا، اور ان کی زندگی۔

تعیش تھا، غفلت تھی، بیگانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی

یکا یک رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ فاران سے نور کا چشمہ ابلا اور آن واحد میں ساری قوم کو سیراب کر گیا زندگیاں بدل گئیں، سوچنے کے زاویے بدل دیئے گئے، وحشیانہ زندگی گزارنے والے دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے اور کفری گھریلو ماحول اسلامی گھریلو ماحول میں بدل گیا۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا

جناب صدر!

اس آنے والے نور نے ایک ایسا گھریلو ماحول دیا جس میں محبت وآشتی تھی، بھائی چارہ تھا، اخوت وبردباری تھی، باہمی مشاورت اور دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کرنا تھا۔

اک ایسا ماحول جس میں چادر اور چاردیواری کا تحفظ تھا، چھوٹے بڑے کے ادب وآداب تھے، نماز، روزے کی کرنوں سے گھر کو منور کرنا تھا گویا اس نور نے آدمی کو انسان بنانے اور مکان کو گھر بنانے طریقہ بتادیا اور جب اس اسلامی گھریلو ماحول میں بچے پرورش پاتے تھے تو بڑا ہو کر کوئی محمد بن قاسم بنتا تھا اور کوئی سلطان اصلاح الدین ایوبی، کہیں سے رابعہ بصری کی روحانیت کا غلغلہ بلند ہوتا تھا کہیں سے حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ولایت کا شور اٹھتا تھا۔

مگر افسوس کہ گردش زمانہ نے ایسا پلٹا کھایا کہ مسلمانوں کے گھروں کا ماحول اسلامی نہ رہا، وہ مسلمان جن کے گھروں سے قرآن کے دلنواز نغمے سنے جاتے تھے

آج انہیں گھروں سے پائل کی جھنکار سنائی دیتی ہے۔ جن کے گھر میں عورت ایک پاکیزگی کی علامت تھی آج وہی عورت رونق بازار نظر آتی ہے۔

کل تک جنہیں چھو نہیں سکتی تھی فرشتوں کی نظر
آج وہ رونق بازار نظر آتے ہیں

جناب صدر!

آج ہمارے گھر کا ماحول آدھا ہندوستانی اور آدھا یورپیئن ہو چکا ہے۔ آج ہمارے بچے ماں کو ماتا اور باپ کو پتا پکارنے میں فخر محسوس کرتے ہیں، آج ہمارے گھروں میں قرآن سے پچانوے گنا زیادہ گانے سنے اور سنائے جاتے ہیں، آج ہم اسلامی لباس چھوڑ کر جینز اور ساڑھی پہنتے ہیں، ہمارے بچے سلام کی بجائے نمستے کرنے میں خوشی محسوس کرنے لگے ہیں۔

میں اسلامی گھریلو ماحول کی بات کس منہ سے کروں، ہر گھر تو بدل چکا ہے۔ روایات بھلادی گئیں ہیں، تعلیمات نبوی ﷺ کو فراموش کر دیا گیا ہے

چیختے ہیں حیات کے لمحے
ٹیس زخموں میں پھر اٹھی شاید

جناب صدر!

فلک پیر حال زار سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ جب تک مائیں گھروں میں ماحول کو اسلامی بنانے کی تگ ودو کیا کرتی رہیں اور اپنے بچوں کو محسن انسانیت ﷺ کی نعتیں سناتی رہیں تب تک نور الدین زنگی، بدر بن مغیرہ اور یوسف بن تاشفین

پیدا ہوتے رہے اور جب گھر کا ماحول ڈسکو ہو گیا اور مائیں تہذیب نوی کی گرویدہ ہو گئیں تو وہ اس شرف سے یکسر محروم ہو گئیں۔

گھروں میں مہندی کے نام پر ڈانس کروانے اور ڈھولکی کی تھاپ پر رقص کرنے والی ماؤں کے بطن سے طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

جناب صدر!

بچے کی اولین درسگاہ اس کا گھر ہوتا ہے اگر گھر میں قرآن وسنت اور توحید و رسالت کے نغمے گونجیں گے تو بچہ پاکیزہ اطوار پر پرورش پائے گا اور اسلام کو سربلند کرے گا۔لیکن اگر گھریلو ماحول تہذیب نوی سے متاثر ہوا تو بچہ بھی اسلام کا نام سنتے ہی تو کون اور میں کون کا نعرہ بلند کرتا ہوا راہی عدم ہو جائے گا۔

آج بھی اگر ہم اپنے گھروں میں اسلام نافذ کر لیں تو کارکنان قضاوقدر ساری دنیا ہمارے سامنے لا کر پھینک دیں گے ورنہ

ہماری داستاں تک بھی نا ہو گی داستانوں میں

واخر دعوانا الحمدللہ رب العالمین

﴿آج کل سے بہتر ہے﴾

الحمد للہ رب العالمین ○والعاقبة للمتقین ○حمد االشاکرین والصابرین والعابدین والزاهدین○ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین○

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

وتلک الایام نداولھابین الناس .(القرآن)

ترجمہ۔اور ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں صدق اللہ العظیم

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو!

پھر میری پسماندگی کو ارتقاء درکار ہے

معزز ومکرم اساتذہ کرام! زیب مسند صدارت! جملہ وابستگان وفیض یافتگان ادارہ ہذا۔

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج کے اس مقابلہ میں جس عنوان پر اظہار خیال کیا جا رہا ہے وہ ہے۔

"آج کل سے بہتر ہے"

مجھے اس کے برعکس گفتگو کرنا ہے۔

جناب صدر!

آج ہم پر خطر دوراہے پر کھڑے ہیں۔ جابجا آشیانوں پر بجلیاں گر رہی

ہیں ۔ اغیار کی رعدو برق ہمارے آشیانہ وقار تمکنت کو راکھ کا ڈھیر بنا چکی ہے۔

مقبوضہ کشمیر کے مسلمان چیخ چیخ کر کسی فریادرس کو پکار رہے ہیں تو افغانستان میں ان کے خون کی ندیاں بھی نظر آتی ہیں۔

آج ایک طرف بے بس و بے کس انسان کی آہ و بکا کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر ہمیں ہلکان کر رہی ہے اور کہیں جسور وغیور فلسطینی عوام پنجہ یہود میں تڑپ تڑپ کر روح غزنوی وایوبی کو تڑپا رہے ہیں۔

غالب نے کہا تھا۔

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نا تھی پسند

گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

کیا انقلاب زمانہ ہے؟ جن کے خرمن طیش سے بجلیاں آتش کی بھیک مانگا کرتی تھیں، جن کے ولولوں کے آگے دولت شورش سے معمور بھری موجیں سجدے کیا کرتی تھیں، جنھوں نے بندہ نوازیوں کے آئین مرتب کیے۔ کل تک جنھوں نے مساوات کے دستور مرتب کیے، جنھوں نے ایران وروما کے شاہی محلات زیروزبر کر ڈالے، کائنات کے رازہائے سربستہ کو فاش کیا اور جن کے نقش قدم پر صرصر نے مسکن بنائے۔ آج ان کا آشیانہ افکار و عمل خودی اور دستور زندگی سے خالی ہے۔

جناب صدر!

آج رشوت ستانی کا بازار گرم ہے، دھوکا دہی عروج پر ہے، ذخیرہ اندوزی فیشن بن چکی ہے، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، انفرادی مفاد کو اجتماعی منفعت پر

ترجیح دی جاتی ہے، جاگیرداری نظام کی چکی میں بیچارے مزارعے مدتوں سے پس رہے ہیں، آج ہوس زر کا یہ عالم ہے کہ غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے، انسانوں سے زیادہ مشینوں کی اہمیت ہو چکی ہے، اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں، طاؤس ورباب کے تاروں پر انگلیاں رقص کر رہی ہیں۔ ظلم تو یہ ہے کہ آج کسی کو تن ڈھانپنے کے لیے اپنی روح کو بھی ننگا کرنا پڑتا ہے۔

اور ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ آج، کل سے بہتر ہے

ارے!

کس حساب سے بہتر ہے؟ کس حیثیت سے افضل ہے؟ کس جہت سے برتر ہے؟ اگر ترقی کے اعتبار سے تو فرعون کا زمانہ آج سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، اگر علم کے اعتبار سے تو دنیا کے بہترین ریاضی دان، ماہر فلکیات کہ جنھوں نے ان علوم کی بنیاد رکھی وہ کل کی پیداوار تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آج بہتر ہے۔ میں کہ کہتا ہوں کہ کل بہترین تھا کہ جب ایک عورت تن تنہا زیورات کی پوٹلی سمیت ہزاروں مربع میل کا سفر طے کرتی اور کوئی آنکھ اٹھا کے دیکھنے والا نہیں ہوتا تھا۔

اس لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی ہے کہ

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو!

پھر میری پسماندگی کو ارتقاء درکار ہے

والسلام

واخر دعوانا الحمدللہ رب العالمین

فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو

الحمد لله رب العالمین ٥و العاقبة للمتقین ٥حمد االشاکرین والصابرین والعابدین والزاهدین٥ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

دیکھ لیتی ہے جہاں عزم ویقیں کے پیکر

رخ بدل لیتی ہے وہاں گردش دوراں اپنا

وان لیس للا انسان الاماسعی صدق الله العظیم

جناب صدر!

آج کے اس ایوان میں جس عنوان پر لب کشائی کرنے کا موقع ملا وہ ہے۔

''فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو''

دوستان محتشم!

کچھ کر لینے کی جستجو، کچھ پالینے کی آرزو، کچھ بن جانے کی لگن انسان کو محنت کی طرف مائل کر دیتی ہے، اور اگر یہ چیزیں انسان کے اندر نہ ہوں تو فراغت اس کا مقدر ہوا کرتی ہے۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی قوم محنت کے بغیر ترقی نہیں کرسکتی۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

آج تک قوم کی سطح پر یا فرد کی سطح پر اگر کسی نے آفاق کی بلندی کو چھوا ہے۔ آسمان کی وسعتوں کو چاہا یا بے کراں سمندر کی گہرائیوں کو ماپا ہے، تو یہ صرف اس لیے ممکن ہوا کہ وہ اس اصول پر پوری طرح عمل پیرا تھے ۔

یہ محنت پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ ہی تھا کہ مسلمان صفحہ ہستی پر ایک ایسی قوم بن کر ابھرے جس نے اتحاد کے دامن کو مضبوطی سے تھاما اور دیکھتی آنکھوں سے ساری دنیا پر رحمت کے بادلوں کی طرح چھا گئے۔ ایک طرف اس کے مجاہد سندھ کے بت کدے میں نعرہ تکبیر کا جاہ وجلال بن کر وارد ہوئے اور دوسری طرف اسپین کے ساحلوں پر انہوں نے اپنے سفینوں کے بادبان کچھ حاصل کرنے کی جستجو میں نذر آتش کر دیئے، دوسری جانب جب مسلسل مشقت و محنت کی بدولت ان کی افواج فرانس کی سرحد طولون پر لیلائے کامرانی سے معانقہ کر رہی تھیں، تو عین اسی وقت دیوار چین ان کی تلواروں کی جھنکار سے لرزہ براندام تھی، تو تیسری جانب افریقہ کے صحراء کی چھاتی ان کے گھوڑوں کے سموں کی فربوں سے یوں کانپ رہی تھی جس طرح عدالت کے سامنے مجرم کا جسم کانپتا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں تھا؟ کیا تھا؟ کس وجہ سے تھا یہ سب اسی محنت کی جہاں آرائیاں تھیں۔

عزم محکم ہو تو ہوتی ہیں بلائیں پسپا
کتنے طوفان پلٹ دیتا ہے ساحل تنہا

اسی محنت ومشقت کی ہی بدولت ہم 21ویں صدی تک دنیا کی امامت وقیادت کرتے رہے، مغربی یورپ آٹھ سو برس تک ہمارے تسلط میں رہا، رومانیہ، ہنگری، سرویہ، یوگوسلاویہ، یونان، شمالی اٹلی، پولینڈ، آسٹریا، مالٹا، اور قبرص پر صدیوں ہم قابض رہے۔

عیسائی دنیا بارہ سو برس تک ہم سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی، لیکن جب یہ رشتہ ہم سے ٹوٹ گیا۔ محنت سے جب ہم نے منہ موڑ لیا۔ فراغت کی طرف اپنا رخ کر لیا تو ہم دنیا میں یتیم کے آنسو کی طرح بے توقیر ہو گئے ہماری حیات بیوہ کی اداس راتوں کی طرح اجاڑ ہو گی، ہماری سلطنتوں کے پرخچے مجنوں کے دامن کی دھجیوں اور عاشق کے گریباں کے تاروں کی طرح اڑ گے۔

غرناطہ کے دیوانوں نے، دلی کے باغوں نے، قرطبہ کے کھنڈرات نے سلی کے ساحلوں، جبرالٹر کی کھاڑیوں نے اور افریقہ کے صحراؤں کی بے نم ریت نے ہماری فراغت پر مرثیہ پڑھنا شروع کر دیا۔

نبی مکرم ﷺ نے محنت کی عظمت کے بارے میں فرمایا تھا۔

من طلب العلا من غیر کد فقد اضاع العمر فی طلب المحال

جس شخص نے محنت کے بغیر اپنا مرتبہ چاہا گویا اس نے عمر کو ضائع کر دیا، جب سے ہم نے ہادی عالم کے اس فرمان سے منہ موڑا۔ دنیا بھر کی قیامتیں ہم پر ٹوٹ پڑیں اسپین سے بے دخل کیا گیا۔ پھر ہندوستان کہ جہاں ایک ہزار برس تک مسلمان حکمران رہے وہ فراغت کی بدولت ذلت اور خواری کی خاک چاٹنے پر مجبور ہو گئے۔

جناب والا!

زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ زندگی کو حرکت سے کبھی بھی علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ زندگی فرد کی ہو یا ملت کی۔ محنت سے سنورتی ہے، فراغت سے نہیں۔ محنت انسان کو عروج کی جانب لے جاتی ہے اور فراغت تن آسانی اور آرام طلبی کو عروج کی طرف دھکیل دیتی ہے، جسکا نتیجہ ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حالی بھی یہی پیغام دے کر رخصت ہوگئے۔

فراغت سے دنیا میں دم بھر نہ بیٹھو

اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

والسلام

ملت اسلامیہ پر زوال کا سبب

الحمد لله رب العالمين ٥ والعاقبة للمتقين ٥ حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ٥

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

آج کے اس ایوان میں عنوان گفتگو ہے۔

"ملت اسلامیہ پر زوال کا سبب"

عراق کا وسیع وعریض علاقہ اب امریکہ کے زیر نگیں آچکا ہے۔ لیکن عالم اسلام پر مطلق اثر نہیں، مسلمان ہی تماشا ہیں اور مسلمان ہی تماشائی، وہ قوم کل تک اوج ثریا جس کا مسکن تھا آج وہ قعر مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں سسک رہی ہے۔

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے اُمتوں کے مرض کہن کا چارہ

تیرا بحر پر سکوں ہے، یہ سکوں ہے یا فسوں ہے

نہ نہنگ ہے نہ طوفاں نہ خرابی کنارہ

(اقبال)

مسلم کی تن آسانی پر میرا دل تڑپتا ہے۔ اور شب و روز خون کے آنسو روتا ہے۔ یہ قوم اسلاف کی عظیم روایت سے اپنا رشتہ توڑ بیٹھی ہے تلواروں کی جھنکاروں کو

فراموش کر چکی ہے۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جن کے پاؤں نے تاج سر دارا

وہ قوم جس کے کان تلواروں کی جھنکاروں سے آشنا تھے۔ آج اس کے مرد وزن چنگ ورباب کی مدھر سروں پر رقصاں ہیں، بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ آج ہم مسلمان تو ہیں مومن نہیں ہیں، مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے۔

مشہور ناول نگار اشفاق احمد صاحب قمطراز ہیں۔

کہ میں آجکل اس سوچ بچار میں تھا کہ مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے۔ میں اکثر علماء کے پاس بھی گیا، کوئی مجھے تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ کہ ایک دفعہ میں گاؤں چلا گیا، رات کا وقت تھا، دور پہاڑ کی چوٹی پر چاند کا نقرئی تاج نظر آ رہا تھا، سورج کی ایک لالٹین سے محروم ہونے کے بعد آسمان نے ستاروں کے ہزاروں دیپ جلا لیے تھے، چرند و پرند اپنی اپنی آرام گاہ میں جا چکے تھے کہ مجھے پگڈنڈی پر ایک بابا جی ملے۔ میرے دل میں نہ جانے کیا آیا۔ میں ان سے پوچھ بیٹھا باباجی مسلمان اور مومن میں کیا فرق ہے؟ باباجی نے مجھے دیکھا اور کہنے لگے۔ بیٹا مسلمان وہ ہوتا ہے جو خدا کو مانتا ہے اور مومن وہ ہوتا ہے جو خدا کی مانتا ہے۔ اس لیے میں عرض کر رہا تھا کہ ہم مسلمان تو ہیں مگر مومن نہیں ہیں۔

اندر لگی تھی آگ مگر بے خبر تھے لوگ
جلتے ہوئے مکان سے باہر دھواں نہ تھا

اے آسماں کچھ تو ہی بتا! کیا یہ ہماری تن آسانی کا ثمر ہے۔ افغانستان کا کربناک زخم مسلمانوں نے اپنے سینے پر بڑی آسانی سے سہہ لیا ہے۔ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی دلدوز چیخیں سن کر تو دنیائے اسلام میں قیامت بپا ہو جانی چاہیے تھی۔ لیکن یہ ذلت پسند قوم ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اے مسلمانو! ملت اسلامیہ کے جوانو! اپنے آپ سے بے گانو! اپنے گریباں میں جھانکو اور سوچو کیا وہ تمہارے آباء تھے۔ جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ''دیواں آمدند دیواں آمدند'' کا شور بپا ہو جاتا تھا۔

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

ہمیں ان سے کوئی نسبت روحانی نہیں، وہ اسلام کے پابند تھے، اور ہم صرف اسلام پسند ہیں، وہ کردار کے غازی تھے اور ہم گفتار کے غازی ہیں، وہ سرفروش تھے اور ہم ضمیر فروش ہیں، اور وہ ہر چیز کو اسلام پر قربان کر دیتے تھے، مگر ہم اسلام کو ہر چیز پر قربان کر دیتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

فلک پیر حال زاد سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے جب تک مائیں اپنی گود میں بچوں کو محسن انسانیت کی نعتیں سناتی رہیں تب تک طارق بن زیاد پیدا ہوتے رہے

جس کے الفاظ آج بھی محفوظ ہیں۔

(کشتیاں جلادو کشتیاں جلادو)

تب تک ٹیپو سلطان جیسے پیدا ہوتے رہے جس کے الفاظ آج بھی محفوظ ہیں

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اور جب مائیں تہذیب نوی کے گن گانے لگیں تو وہ اس شرف سے یکسر محروم ہوگئیں مجھے معلوم ہے کہ ملی بے حسی میرے جذبات کو محسوس نہ کریگی ، آج ہمارے زوالی کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ جو قوم نوک خنجر کو خون جگر میں ڈبو کر اپنی تقدیر تحریر نہیں کرتی اس کا انجام یہی ہوتا ہے، آخر میں یہی کہنا چاہونگا۔

ہم نے سوکھی ہوئی شاخوں پہ لہو چھڑکا تھا
پھول گر اب بھی نہ کھلتے تو قیامت کرتے

ہمیں آج یہ عہد کرنا چاہیے

ہم اپنے ساتھ لیے رات کی سیاہ زلفیں
افق کے پار نیا آفتاب ڈھونڈیں گے

والسلام

قائداعظم کا خواب

الحمد لله رب العالمين o و العاقبة للمتقين o حمد الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين o الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين o

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جن کے پاؤں نے تاج سر دارا

معزز و مکرم اساتذہ کرام، زیب مسند صدارت، جملہ وابستگان و فیض یافتگان ادارہ ھذا!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج کے ایوان میں جس عنوان پر اظہار خیال کیا جارہا ہے وہ ہے۔

''قائداعظم کا خواب''

جناب صدر!

11 جولائی ۱۹۴۶ء کو حیدر آباد کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے کہا:

اس وقت میدان سیاست میں ہندو مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کون فتح یاب ہوگا؟ علم غیب خدا کو ہے لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے علی الاعلان کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر کاربند ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی ہمیں مغلوب نہیں کر سکتیں'' تھوڑا آگے چلتے ہیں۔

۱۴ فروری ۱۹۴۷ء کو سبی میں دوٹوک انداز میں فرمایا:

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنیوالے پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات واصولوں پر رکھیں۔

ذرا سا اور آگے چلتے ہیں۔

۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں قائداعظم نے فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں''

دوستانِ محترم!

یہ تھا میرے قائد کا خواب، جس کی تعبیر پانے کیلئے دن رات ایک کر دیئے، ماؤں نے بچے قربان کئے، گردنیں کٹائی گئیں، عصمتیں لٹا دی گئیں، لیکن جب یہ خواب حقیقت کا روپ دھار کر منصۂ شہود پر جلوہ فرما ہوا تو ہم نے اس خواب کا پیراہن تار تار کر دیا، ہم نے قائد کو سیکولر لادین اور مذہب بیزار کہنا شروع کر دیا۔

آج کوئی چشم تصور سے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے اور گوش تصور سے سننا چاہے تو سن سکتا ہے کہ محسن ملت کی روح تڑپ کر ہم سے پوچھ رہی ہے۔ میری متاع گراں مایہ! تم نے کشمیر کا کیا کیا؟ میرا ملک ٹکڑے ٹکڑے کیوں کر دیا؟

میری قوم! خون جگر سے سینچے ہوئے میرے اس گلشن کو ویران کیوں کر دیا؟ مجھے اعتراف ہے کہ تم نے مجھے یاد رکھا مگر جس مقصد کے لیے میں نے اس مملکت خداداد کیلئے کوشش کی تھی وہ مقصد بھول گئے، میری ہڈیوں کو نمائش گاہ بنانے کیلئے سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی سلیں تو سجادی گئیں مگر میرے خوابوں کو تار عنکبوت کی طرح توڑ پھوڑ دیا۔

اغیار کی جفائیں تو زخمی نہ کر سکیں

احباب کے خلوص کے مارے ہوئے ہیں ہم

جناب صدر!

کیا یہ جرم عظیم نہیں ہے کہ آج ہم قائداعظم کے خواب کو تعبیر غلط سے تعبیر کر رہے ہیں، ہمارے سامنے ہمارے ہی ملک میں، اس عظیم شخص کے وقار کو مجروح و مذبوح کرنے کی خاطر اس کے اسلامی نقطۂ نظر کو سیکولرازم سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ فرنگی تقلید کی پیروی کے بہانے اس پر بہتانات لگائے جاتے ہیں۔

مگر یاد رکھیئے! قائد کے خواب اور اقبال کے الہام کی حفاظت کرنا ہی پاکستان کے اصل تشخص کی ضمانت ہے۔

اقبال قلندر لاہوری نے کہا تھا۔

کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہ تجدید

مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

والسلام

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

الحمد للہ رب العالمین o والعاقبۃ للمتقین o حمد الشاکرین والصابرین والعابدین والزاھدین o الصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین o

سیرت نہ ہو تو عارض ورخسار سب غلط — خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

نہایت ہی واجب الاحترام زیب مسند صدارت، معزز ومکرم اساتذہ احتشام، محترم سامعین! آج کے اس ایوان میں جس عنوان پر لب کشائی کر رہا ہوں وہ ہے۔

"عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی"

دوستان محترم!

عمل کیا ہے؟ عمل حرکت ہے، عمل فعل ہے، عمل سیرت وکردار کی بلندی سے ابھرتا اور نکھرتا ہے، صرف گفتار وکلام سے اقوام کی تقدیریں نہیں بدلا کرتیں۔

صاحب صدر!

تاریخ کے اوراق کھنگال کر بھی دیکھئے کہ وہ قوم جس نے تن آسانی کو اپنا شیوہ بنالیا، جس نے عیش وعشرت کو گھر کی لونڈی بنالیا، تیغ وسنان کو دھتکار کر طاوس ورباب کو اپنی زندگی بنالیا۔ وہ قومیں یوں مٹ گئیں جیسے خزاں میں زرد پتا درخت سے گر کر لڑکھڑاتا ہوا زمین پر آتا ہے۔ وہ قومیں جنہوں نے اپنے جگر کے خون سے چراغوں کو روشن کیا، وہ زندہ جاوید ہیں اور وہ عالم ارضی وسماوی میں ایک تابناک حیثیت لیے

ہوئے ہیں۔اور بخلاف اس کے کہ جو قومیں عمل کو ترک کر کے اپنی جنت اور جہنم کو فراموش کر دیتی ہیں، وہ قومیں کہ جنکی شمشیریں زنگ آلود ہو گئیں، جن کی انگلیاں طاؤس ورباب کے تاروں پر رقص کرنے لگیں، جنہوں نے کاکل ورخسار کی سحر انگیزیوں اور سفلی جبلتوں کی ہوس انگیزیوں پر سپاہیانہ جوہر نچھاور کر دیئے، جنہوں نے شب زفاف کے اشتیاق میں میدان کارزار کو خیر باد کہہ دیا ان کے نقوش لوح جہاں سے ماند پڑ گئے۔

خدائے لم یزل قرآن میں فرماتا ہے" ان الله لایغیر مابقوم حتی یغیروا امابانفسهم " یعنی جو قوم خود کو بدلنے کی سعی نہیں کرتی، عمل نہیں کرتی، تو خدا بھی اس قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا۔

اے دوستو!

علم تو بہت حاصل کرتے ہیں مگر عمل کوئی کوئی کرتا ہے مگر کامیاب وہی ہوتا ہے کہ جو علم کے ساتھ عمل بھی کرے۔سن لو! جو قومیں عمل سے زندگی کو جنت نہیں بنایا کرتیں، پھولوں کی دنیا سے نکل کر خار مغیلاں کے راستوں پر گامزن نہیں ہوا کرتیں۔کلیوں کو سلگتی چنگاریوں سے تشبیہ نہیں دیا کرتیں۔تو آنے والی نسلیں انکی ویران قبروں پر حقارت سے کنکر پھینکا کرتیں ہیں۔آج ہمارا فرض ہے کہ ہم تاریخ کی رو کو سمجھیں اور مثبت عمل کریں۔اقبال بھی یہ سبق دیتا ہوا اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (والسلام)

فیشن پرستی ایک لعنت ہے

الحمد لله رب العالمین ٥ والعاقبة للمتقین ٥ حمدا الشاکرین والصابرین والعابدین والزاهدین ٥ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین ٥

یاایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة.

صدق الله العظیم.

اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

معزز ومکرم مسند صدارت! واجب الاحترام منصفین عظام! جملہ سامعین وناظرین!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے۔آج کے اس مقابلہ حسن تقریر میں جس عنوان پر اظہار خیال کیا جارہا ہے وہ ہے۔

"فیشن پرستی ایک لعنت ہے"

کسی نے کہا تھا۔

فیشن کرنے اور کروانے کی عادت چھوڑیئے
کیجئے خوف خدا یہ کار ذلت چھوڑیئے۔
کاروبار وضع سے قلب ونظر کا ہے زیاں
ملک وملت کا خسارہ ہے یہ لعنت چھوڑیئے!

دوستان محترم!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو قوم اسلاف کی روایات کو چھوڑ کہ مادہ پرستی کی جانب مائل ہو جاتی ہے اور آسان الفاظ میں فیشن اور فقط فیشن کی دلدادہ ہو جاتی ہے وہ قوم اوج ثریا سے اٹھا کر قعر مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دی جاتی ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ!

اسلام میں پورے کا پورا داخل ہونے کا مطلب ہے کہ اسلام کی ہر بات کو خود پر لاگو کیا جائے، جزئیت نہیں بلکہ کلیت اپنائی جائے اور یہودیوں اور نصرانیوں کی مخالفت کی جائے مگر افسوس! آج مسلمانوں نے یہودیوں اور نصرانیوں کی سی وضع قطع اختیار کر لی ہے۔ ان کی تہذیب وتمدن کو اپنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنالیا ہے۔

اسی لیے اقبال نے کہا تھا

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

جناب صدر!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فیشن کر کر کے ہمارے کاکل ورخسار کی طرح ہمارا لہو بھی بدل چکا ہے، جس کے خرمن طیش سے قصر دنیا پر زلزلے طاری ہو جاتے تھے، مگر آج کیا ہے؟ ہم فرزندان توحید کو ذبح ہوتے اور ان کی بے بسی کو دیکھ کر بے رحم تماشائیوں کی طرح غازہ ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔

جناب صدر!

آج مسلم کی فیشن پرستی پر میرا دل تڑپتا ہے اور شب وروز خون کے آنسو روتا ہے یہ قوم اسلاف کی عظیم روایات سے اپنا رشتہ توڑ بیٹھی ہے، تلواروں کی جھنکاروں کو فراموش کر چکی ہے، اب ہر جوان فیشن زدہ، لہڑی ہوئی حور فرنگ کا طالب ہے اور اس کے گلے پر اہل مغرب کی تلوار ہے۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

میں پوچھتا ہوں

مسجد اقصیٰ کے پاسبانو! عالم اسلام کے حکمرانو! ایک ارب سے زائد مسلمانو! تمہاری غیرت کو کیا ہوا تمہاری حمیت کہاں کھوگئی۔ دست اغیار مسلم دوشیزاؤں کے پیرہن تار تار کر رہے ہیں اور تم کہتے ہو فیشن ہے۔ ہماری معصوم بہنوں کی عصمت کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں اور تم کہتے ہو یہ بھی فیشن ہے جاؤ! اور غرناطہ کے بازاروں میں اپنی اس فیشن پرستی کا جنازہ دیکھو!

یہ سماں بھی ہم نے دیکھا سر خاک رل رہے ہیں

گل وانگبیں کے مالک، مہ وکہکشاں کے پالے

سامعین محترم!

آج ہمارے بچے راک اینڈ رول پر گھنٹوں ڈانس کرتے ہیں، ڈائنگ کرتے ہیں مساج کراتے ہیں، بال ڈائی کرواتے ہیں، میک اپ کراتے ہیں، پونیاں بناتے

ہیں، پھٹی ہوئی بھدی اور غلیظ جینز پہنتے ہیں، ایک پہیئے پر موٹر سائیکل چلاتے ہیں،
محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کو چھوڑ کر اداکاروں کو اپنا آئیڈیل بناتے ہیں،
فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فراموش کر کے اداکاراؤں کی مالا جپتے ہیں اور پھر ہم برا
سے منہ کر کے کہتے ہیں جی! فیشن ہے لعنت ہو اس طرح کے فیشن پر اقبال بھی کہتے:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں، نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ، نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

جناب صدر!

آخری بات کہہ رہا ہوں۔ یہ میرے دل کی آواز اور اندر کی چیخیں ہیں۔ جب قوموں کے اذہان سادگی کو چھوڑ کر فیشن کے دلدادہ ہو جائیں اور دوسرے لفظوں میں اذہان مردہ ہو جائیں تو احساس کی دولت چھن جایا کرتی ہے اور جب احساس باقی نہ رہے تو قوم کی ذہنی پستی کور ذوقی اسے اغیار کی دہلیز پر جھکا دیتی ہے اور جب قومیں خانہ اغیار کا طواف کرنے لگتی ہیں تو آباؤ اجداد کی میراث گم ہو جاتی ہے اور انسان اقبال کے اس شعر کا مصداق بن جاتا ہے کہ

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

والسلام

﴿در دل مسلم مقام است﴾

الحمد لله رب العالمين o والعاقبة للمتقين o حمد االشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين o الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين o

يا ايها الذين امنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا (القرآن)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! حبیب کو راعنا کہہ کو متوجہ نہ کیا کرو! بلکہ کہا کرو حضور نظر کرم فرمائیں۔ صدق اللہ مولنا العظیم

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

معزز و مکرم اساتذہ کرام! زینت مسند صدارت! جملہ وابستگان وفیض یافتگان ادارہ ہذا!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، آج کے اس مقابلہ حسن تقریر میں جس عنوان پر اظہار خیال کیا جا رہا ہے وہ ہے

"در دل مسلم مقام مصطفیٰ است"

دوستان محترم!

ایک مسلم اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک محمد عربی ﷺ سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت نہیں کر لیتا، عبد اللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ

تھے فاروق اعظم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں آپ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے ،تو فاروق اعظم نے عرض کیا۔اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے ہیں فرمایا۔اے عمر!اب تم پکے مومن ہو۔

حفیظ جالندہری کہتے ہیں

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا

پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

جناب صدر!

محبت ایک قلبی میلان، دلی جذبہ، اندرونی تڑپ اور باطنی کیفیت کا نام ہے جس میں کمی بھی ممکن ہے مگر کسی کی پیشانی پر نہیں لکھا ہوتا کہ یہ آدمی فلاں شخص یا فلاں چیز سے محبت رکھتا ہے تاہم حقیقی محبت کا ظہور کسی نا کسی طرح ہو کر رہتا ہے، ہمارے اسلاف ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ آپ بازار سے بلب خریدنے جائیں تو وہ اس کو چیک کرنے کیلئے سوئچ بوٹ میں لگا کر بٹن آن کرے گا اگر بلب روشن ہو جائے تو صحیح ہے ورنہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے گا اسی طرح اگر کسی کا عشق مصطفیٰ ملاحظہ کرنا ہو اور یہ دیکھنا ہو کہ اس کے دل میں آقا علیہ السلام کی کتنی قدرو منزلت ہے تو اس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لے دو اگر نام سن کر اس کا چہرہ جگمگ کر اٹھے تو سمجھ لینا کہ:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است کا مصداق ہے اور اگر ذکر مصطفیٰ سن کر دل سیاہ اور چہرہ مرجھا جائے تو سمجھ لینا ناکارہ ہے اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے گا

سامعین محترم!

دل میں مصطفیٰ علیہ تحیۃ وثناء کی محبت موجزن کرنے کیلئے اولین شرط یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد شریعت محمدیہ کے سامنے اپنی پسند وناپسند اور اپنی مرضی ختم ہو جائے۔آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" لایومن احد کم حتی یکون ھواہ تبعالماجئت لہ"

یعنی:تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی نفسانی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں لایا ہوں'' آج سوچنے کی بات ہے کہ'' کیا ہم نے آقا کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر رکھا ہے؟ کیا ہم نے اپنی ہر خواہش کو نظام مصطفیٰ ﷺ کے تابع کر دیا ہے؟ کیا ہماری صورت اور سیرت اسلامی سانچے میں ڈھل گئی؟ کیا ہمارے گفتار و کردار پر مصطفوی رنگ چڑھ چکا ہے؟ اگر نہیں اور بالیقین نہیں تو مجھے کہنے دیجئے کہ رنگ برنگ جھنڈیاں لگانے، نو بہ نو محرابیں بنانے، بلند و بالا عمارتیں سجانے، ہزاروں شمعیں اور قمقمے جلانے، صبح دم بلند آہنگ بارودی گولے چلانے جلسوں اور جلوسوں میں شب و روز نعتیں سنانے، پوری طاقت سے توحید و رسالت کے نعرے لگانے اور کئی کئی گز کے علم لہرانے کے باوجود " لایومن احد کم " کی ہولناک تنبیہ تلوار کی طرح ہر دم سر پر لٹکی ہوئی ہے معلوم نہیں اب گری کے تب گری غالب نے کہا تھا:

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند

گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

وجہ اس کی یہ ہے کہ جب تک ہمارے دلوں میں حقیقی محبت اور مولانا جامی سا سوز وگداز تھا تو دنیا ہمارے پاؤں کے نیچے تھی جب دلوں میں محبت مصطفیٰ کی آگ موجزن تھی تو سمندر پار کشتیوں کو نذر آتش کرنا مرد مسلم کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا مگر جب اسی محبت کی جگہ منافقت در آئی تو قعر مذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیئے گئے اور اسی پستی میں آواز دی گئی۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

اسلام ہی امن عالم کا ضامن ہے

الحمد لله رب العالمين ٥ والعاقبة للمتقين ٥ حمد اا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ٥

اور میں نے پسند کردیا اسلام کو بطور دین تمہارے لیے صدق اللہ العظیم

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری

ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری

کوکب قسمت امکاں ہے خلافت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

نہایت ہے واجب التعظیم زینت مسند صدارت، معزز ومکرم علمائے کرام ومشائخ عظام، محترم سامعین وناظرین! جیسا کہ آپ کہ علم میں ہے کہ آج کے اس ایوان میں جس عنوان پر لب کشائی کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے

''اسلام ہی امن عالم کا ضامن ہے''

اسی حوالہ سے چند باتیں گوش گزار کرنے کی سعی کرونگا

جناب صدر!

جس طرح چلچلاتی دھوپ وجود آفتاب پر روشن دلیل بن جایا کرتی ہے۔

بالکل اسی طرح لفظ اسلام امن عالم کیلئے ایسی محکم ضمانت ہے جسے رد نہیں کیا جاسکتا اسلام کا لفظ ہی امن سے مہکا اور سلامتی سے گندھا ہوا ہے طلوع اسلام سے قبل کی انسانی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو سر شرم سے جھک جاتا ہے آنکھوں کی چلمن بوجھل ہونے لگتی ہیں۔

چشم فلک اولاد آدم کے ساتھ بہمیت اور سفاکی کے وہ مناظر کبھی فراموش نہیں کرسکتی جب تہذیب یونان، روما وایران کے فرزند اپنے ہی جیسے انسانوں کو چوپایوں کی طرح زنجیروں میں جکڑے جنس تجارت بنا کر بازاروں اور منڈیوں میں فروخت کیا کرتے تھے اپنے جیسے جاگتے انسانوں کو بھوکے درندوں سے پنجہ آزمائی پر مجبور کرکے اپنی حس ظرافت کو تسکین پہنچاتے تھے۔ صنف نازک کی عصمت کا کوئی محافظ نہ تھا ہر طرف آلام ومصائب کے بگولے محو رقص تھے سوزش داغہائے پنہاں سے کوئی آشنا نہ تھا، جہاں تک نظر پڑتی کشت وخون، درندگی وحیوانیت اور خوف ہراس کا دوردورہ تھا۔

شراب، شباب اور کباب اہل عرب کے رگ وپے میں سرایت کرگیا تھا، ستم رسیدہ لوگوں کی نگاہیں دور کہیں افق میں کھوگئی تھیں آخر نسل انسانی کا نصیب جاگا اور سرزمین حجاز سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی بنیاد پر اسلام ایک نئے دین کی حیثیت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ یہ دین چند ہی سالوں میں عرب کی سرحدوں

سے نکل کر کرہ ارض کے کونے کونے میں جا پہنچا اور سسکتی انسانیت کے دکھوں کا مداوا بن گیا۔

پھر اسلام نے انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی یعنی انسان کو احسن تقویم کے اس رنگ وروپ میں ڈھالا کہ خاکی انسان اپنی جبلت اور سرشت تک بدلنے پر تیار ہوگیا۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

سوال یہ ہے کہ انسانی معاشرہ قتل وخون ریزی اور شر وفساد کا شکار کیوں ہوتا ہے؟ ماہرین سوشیالوجی کے مطابق اس کے کئی اسباب ہیں، جن میں قتل، رشوت خوری جھوٹی گواہیاں دینا شامل ہیں، آج معاشرے میں بے سکونی، بدامنی کا باعث وہ چند ایک برائیاں ہیں۔ اگر ان کو ختم کردیا جائے تو معاشرے میں امن وسکون کی فضا قائم ہوسکتی ہے۔ ان برائیوں میں ایک قتل جیسی برائی ہے جسے اسلام نے آج سے ساچودہ سو برس پہلے ہی ختم کردیا تھا۔

جھوٹی گواہی متعلق اسلام کہتا ہے

عدلت الشھادۃ الزور باالشرک بااللہ.

جھوٹی گواہی شرک کے قریب پہنچادیتی ہے۔

یہ ہے اسلام!

جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، بدکاری اور ظلم جیسی برائیوں کے

متعلق دین فطرت کہتا ہے خیر الانام ﷺ نے فرمایا:

تم چھ باتوں کی ضمانت دو! میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

بولو تو سچ بولو! وعدہ کرو تو وفا کرو! امانت میں خیانت نہ کرو! بدکاری سے احتراز کرو! بدنظری سے بھاگو ظلم سے ہاتھ روکو!

یہ ہے اسلام!

رشوت وحرام کا خاتمہ کرتے ہوئے اسلام کہتا ہے۔

الراشی والمرتشی کلاھمافی النار .

یہ ہے اسلام!

حرام کے متعلق کہتا ہے۔

لایدخل الجنة لحم بنت من السحت و کل لحم نبت من السحت فاالنار اولی به.

یہ ہے اسلام!

لوگ کہتے ہیں اسلام قدامت پرست ہے میں کہتا ہوں اسلام نہیں مسلمان قدامت پرست ہیں۔ لوگ کہتے ہیں اسلام میں شدت ہے میں کہتا ہوں اسلام میں نہیں مسلمانوں میں شدت ہے

دوستان محتشم!

یہ اسلام ہی تو ہے جس نے نسل انسانی میں موجود خاندان، نسل اور لسانی عصبیت کو اخوت کا جامہ پہنایا، درندگی اور بہیمیت کو شجاعت کے جوہر میں بدلا، حرص

وہوس اور لالچ کو سخاوت کے سانچے میں ڈھالا، خودغرضی ونفس پرستی کو ایثار وقربانی کے زیور سے آراستہ کیا، شہوانی انگیختوں اور سفلی جذبات کو عصمت وحیا کی چادر سے ڈھانپا، مکروفریب اور ریا کاری کو امانت وصداقت کے نور سے اجالا، جہالت وگمراہی کی سیاہی کو علم وآگہی اور شعور وبصیرت کی روشنی سے جگمگایا، اغیار کو اپنا بنایا کہ وہ بے ساختہ پکار اٹھے اسلام ازدا پرنس آف ویلز'' اسلام کا امن وآشتی والا پیغام سنیے! ارشاد ہوتا ہے۔

الاخبر کم بافضل من درجة الصیام والصدقة والصلوة اصلاح ذات البین وافسادذات البین ھی الحالفة۔

میں تمہیں بتاؤں کہ روزہ، خیرات اور نماز سے بھی افضل کیا چیز ہے؟ وہ ہے بگاڑ میں امن قائم کرنا، اور امن کو تہس نہس کرنا وہ فعل ہے کہ جو آدمی کی ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے

یہ ہے اسلام! سلسلہ غزوات کے نتیجہ میں دس لاکھ مربع میل کے وسیع رقبے پر مشتمل جو اسلامی سلطنت وجود میں آئی اس میں امن وامان کی حالت یہ تھی کہ تنہا عورت چاہے تو زیورات کی پوٹلی سمیت یمن سے مکہ آئے اور کوئی اس کی طرف نگاہ اٹھا کر نا دیکھے۔

یہ ہے اسلام کے امن ہونے کا واضح ثبوت

دوستان محترم!

اسلام محض عقیدے اور نظریہ کا نام نہیں ہے بلکہ ایک طرز حیات ہے اگر

ایسا نا ہوتا تو خدائے لم یزل کبھی نا فرماتا۔ ورضیت لکم الاسلام دینا۔ خدا کبھی نا فرماتا ان الدین عنداللہ الاسلام خدا کبھی نا فرماتا ''الیوم الملت لکم دینکم''

جناب والا!

آج عالمی امن کے ٹھیکداروں نے اسلام کے خلاف جو جنگ وجدل برپا کر رکھی ہے اسکا ایندھن معصوم بچوں سے لیکر معذور اور اپاہج بوڑھے تک بن رہے ہیں کیا ڈیزی کٹر بموں کی برسات سے امن قائم ہوسکتا ہے؟ کیا شہری آبادی کے قتل عام سے امن قائم ہوسکتا ہے؟ کیا مساجد اور خانقاہوں کی مسماری امن قائم کرسکتی ہے؟

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف   آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

میں امن کی خواہاں ان وردی پوش فاختاؤں سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا ظلم امن قائم کرسکتا ہے؟ تم کہتے ہو ظلم رہے اور امن بھی ہو کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادینے سے امن قائم ہوسکتا ہے؟ کابل کے جیتے جاگتے شہر کو کھنڈر میں بدل دینے سے امن قائم ہوسکتا ہے؟ کیا ایران کو نیست ونابور کرنے کی دھمکیوں سے امن قائم ہوسکتا ہے؟

میں موجودہ صدی میں بقراطیت جھاڑنے والے افلاطونوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آج کسی مسلمان کے ہاتھ میں غلیل پکڑی ہو وہ تو تمہیں نظر آجاتی ہے مگر آگ برساتے اپاچی ہیلی کاپٹر نظر نہیں آتے، ڈیزی کٹر بموں کی برسات سنائی نہیں دیتی۔

لیکن عالمی امن کے ٹھیکیدارو سن لو! مسلمانوں کا بچہ بچہ ظلم وجبر، باطل اور سامراج کے خلاف ڈٹ کر اسلام کا پیغام امن سنائے گا۔   والسلام

﴿اسلام ہی امن عالم کا ضامن ہے (۲)﴾

الحمد للہ رب العالمین ○ والعاقبة للمتقین ○ حمدا الشاکرین والصابرین والعابدین والزاھدین○ الصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین . علیه وعلی اله واصحابه اجمعین○

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

کاش پوچھے کوئی مدعا کیا ہے

فاعوذ باالله السمیع العلیم من الشیطن الرجیم ○

بسم الله الر حمن الرحیم

یاایھاالذین امنو اادخلوفی السلم کا فة   صدق الله العظیم

نہایت ہی واجب التعظیم زیب مسند صدارت واجب الاحترام مشائخ عظام، علمائے کرام، معزز ومکرم سامعین وناظرین!

آج کے اس ایوان میں جس عنوان دلفریب پر گفتگو کرنے کا موقع ملا وہ ہے

''اسلام ہی امن عالم کا ضامن ہے''

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری

ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

دوستان محترم!

جس طرح چلچلاتی دھوپ وجود آفتاب پر روشن دلیل بن جایا کرتی ہے، اسی طرح لفظ اسلام، امن عالم کیلئے ایسی محکم ضمانت ہے جسے رد نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام کا لفظ ہی امن سے مہکا اور سلامتی سے گندھا ہوا ہے، سوال یہ ہے کہ انسانی معاشرہ قتل وخون ریزی اور شر وفساد کا شکار کیوں ہوتا ہے؟

ماہرین سوشیالوجی کے مطابق اس کے کئی اسباب ہیں۔

جن میں قتل وخون ریزی، جھوٹی گواہیاں دینا، جھوٹ بولنا بدکاری کرنا ظلم کرنا رشوت خوری اور حرام خوری جیسی برائیاں شامل ہیں اگر ان برئیوں کو معاشرے سے ختم کر دیا جائے تو معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے اسلام سے پوچھتے ہیں کہ اس کے پاس ان برائیوں کو ختم کرنے کا کوئی حل موجود ہے۔ سب سے پہلے قتل کی طرف آتے ہیں

اسلام کہتا ہے!

ومن یقتل منکم متعمد ا فجزاء ہ جھنم خالد ا فیھا

اور جس نے جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا اس کا ٹھکانا ہمیشہ کیلئے دوزخ ہے۔

یہ ہے اسلام!

جھوٹی گواہیوں کے متعلق اسلام کہتا ہے۔

عدلت الشھادۃ الزور بالشرک باللہ.

جھوٹی گواہی دینا اتنا بڑا گناہ ہے کہ شرک تک پہنچا دیتا ہے ۔

یہ ہے اسلام

ظلم کرنا، بدکاری، بدنظری اور جھوٹ جیسی برائیوں کے متعلق اسلام کہتا ہے

نبی مکرم شفیع معظم جان دو عالم ﷺ نے فرمایا

اضمنو الی ستاً من انفسکم اضمن لکم الجنۃ

اے لوگو! تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو جنت کی ضمانت لے لو! جب بولو تو سچ بولو، وعدہ کرو تو وفا کرو! امانت میں خیانت نہ کرو! بدکاری نہ کرو! بدنظری سے احتراز کرو، ظلم سے ہاتھ روکو۔

یہ ہے اسلام!

رشوت کے متعلق اسلام کہتا ہے

الراشی والمرتشی کلاھمافی النار

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں آگ میں ہیں۔

حرام خوری کے متعلق اسلام کہتا ہے

لایدخل الجنۃ لحم نبت من السحت و کل لحم نبت من السحت فالنار اولی بھا ۔

وہ بدن جو حرام کے لقمے سے بنا ہو سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔

یہ ہے اسلام!

دوستان محترم!

سلسلہ غزدات کے نتیجہ میں دس لاکھ مربع میل پر مشتمل جو اسلامی ریاست مسلمانوں کے قبضے میں آئی اس میں امن وامان کی صورت حال ایسی تھی کہ تنہا عورت چاہے زیورات کی پوٹلی سمیت یمن سے مکہ آجائے کوئی آنکھ اٹھا کے دیکھنے والا نہیں ہوتا تھا۔

یہ ہے اسلام!

اسلام کا امن والا صریح پیغام سنیئے! نبی مکرم نے فرمایا۔

الا اخبر كم بافضل من درجة الصيام والصدقة والصلوة اصلاح ذات البين وافسادذات البين هي الحالقه

اے لوگو میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں خبر نہ دوں جو نماز سے افضل، روزے سے افضل صدقہ وزکوۃ سے افضل، ہے؟

یارسول اللہ وہ کیا چیز ہے فرمایا دوگروہوں کے درمیان امن قائم کرنا اور امن کو تہس نہس کرنا یہ وہ فعل ہے جو انسان کی ساری عمر کی نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے اس سے بڑھ کر ضامن امن کون ہوسکتا ہے

جناب صدر!

Islam is not only the name of
belief and ideology but a life of discipline.

اسلام محض نظریے کا نام نہیں، اسلام محض عقیدے کا نام نہیں، اسلام محض

جبے کا نام نہیں، قبہ ودستار کا نام نہیں، کسی پر کفر کے فتوے جھاڑ دینے کا نام نہیں، بلکہ ایک نظریہ حیات ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کبھی نہ فرماتا

ان الدين عند الله الاسلام

خدا کبھی نہ فرماتا **اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى**

خدا کبھی نہ فرماتا **ورضيت لكم الاسلام دينا**

خدا کبھی نہ فرماتا **ومن يبتغ غير الاسلام دينافلن يقبل منه**

خدا کبھی نہ فرماتا **ومن احسن دينا من اسلم وجهه لله**

خدا کبھی نہ فرماتا **يايهاالذين امنواادخلو افى السلم كافة**

یہ اسلام کے امن ہونے کا واضح ثبوت ہے

جناب والا!

مگر بڑے افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ آج اس امن والے مذہب کے خلاف جو اغیار نے جنگ وجدل برپا کر رکھی ہے اسکا شکار بچوں سے لیکر نوجواں اور بوڑھے تک ہورہے ہیں آپ مجھے بتا ہے کیا شہری آبادی کے قتل عام سے امن قائم ہوسکتا ہے؟ کیا مساجد کی مسماری امن قائم کرسکتی ہے، ڈیزی کٹر بموں کی برسات امن قائم کرسکتی ہے؟ اپاچی ہیلی کاپٹر امن قائم کرسکتے ہیں

جو چپ رہے گی زبان خنجر
لہو پکارے گا آستیں میں

ذرا ضمیر کی آواز سے جواب دیجئے گا کہ بغداد کے جیتے جاگتے شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کر دینے سے امن قائم ہو سکتا ہے؟ کیا کابل کے شہر کو نیست و نابود کر دینے سے امن قائم ہو سکتا ہے؟ کیا ایران کو تہہ و بالا کر دینے والی دھمکیاں امن قائم کر سکتی ہیں؟

آج میں عالمی امن، کی خواہاں ان فاختاؤں سے سوال کرنا چاہتا ہوں ارے تمہیں ڈیزی کٹر بموں کی برسات سنائی نہیں دیتی، آپاچی ہیلی کاپڑ سے برستے آگ کے گولے دکھائی نہیں دیتے تمہیں ٹینک نظر نہیں آتے مگر کسی مسلمان بچے نے غلیل بھی پکڑی تو تم شور مچا دیتے ہو ارے وہ دیکھو وہ مسلمان ہے وہ اسلام والا ہے اس لیے دہشت گرد ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مگر اے عالم امن کے ناجائز ٹھیکیدارو سن لو! مسلمانوں کا بچہ بچہ ظلم و جبر اور استحصالی قوتوں کے خلاف ڈٹ کر اسلام کا پیام امن سنائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی ہے

الحمد لله رب العالمين o والعاقبة للمتقين o حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين o الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين o

جناب صدر! اور میرے عزیز ساتھیو!

''زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی ہے''

سمجھتے کیا تھے مگر سنتے تھے فسانۂ درد
سمجھ میں آنے لگا جب تو پھر سنا نہ گیا

یہ تو ایک زندہ حقیقت ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی سے زندگی کا مفہوم نکالنا چاہتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہے۔ اور یہ کہ زندگی کو گزارنے کا طریقہ زندگی سے زیادہ اہم اور قیمتی ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ زندگی ہے کیا؟

بہار کے پہلو میں رقص کا نام زندگی ہے نہیں زندگی تو غم کا چہرہ اور فراق کا ٹانکا ہے۔

کیا زندگی خوشیوں کا ناچتا ہوا پانی ہے؟ نہیں زندگی تو آگ کا لپکتا ہوا شعلہ ہے۔

کیا زندگی چشم غزالہ کے رتجگوں کا نام ہے؟ نہیں زندگی تو سیاہ رات کا ایک پرچم ہے جسکے سائے میں سوچ کے دھاگے اور آواز کی کچی کلیاں ٹوٹ ٹوٹ جاتی ہیں۔

کیا زندگی مسرت وانبساط کا کوئی اچھلتا ہوا گیت ہے؟

نہیں زندگی تو درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی ہے۔

وقت آفاق کے جنگلوں کا جواں چیتا ہے

میری دنیا کے غزالوں کا لہو پیتا ہے

میں زندگی کو درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی اس لیے کہتا ہوں کہ قہقہوں کی گونج میں سسکیاں ٹپک پڑتی ہیں اور ہر خوشی کے تعاقب میں آنسو چلے آتے ہیں۔ ایک ایک موڑ پر غم کا صیاد گھات میں بیٹھا ہے لحہ لحہ طوفان اٹھتے اور گھر جلتے ہیں۔ تقدیر تدبیر پر مسکراتی اور انسان کی بے بسی و بے کسی کا مذاق اڑاتی ہے۔

فرشتہ اجل دیکھتے ہی دیکھتے شیر خوار بچوں کو موت کی نیند سلاتا، ماں کی آنکھیں بے نور بناتا دوست کو دوستوں سے جدا کرتا، بہن بھائیوں کے درمیان فرقت کی دیواریں اٹھاتا، بھائیوں کی کمر توڑتا اور چیختی چلاتی بہنوں کو کرب مسلسل کے پتھر مارتا ہے۔

مجبور انسان جن کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے، ان کو اپنے ہی ہاتھوں نہلا کر پہناتے اور تنگ و تاریک قبر میں دفنا آتے ہیں تاثیر دعاؤں سے اس طرح منہ موڑ لیتی ہے کہ آنکھوں سے سرمایہ اشک تو ختم ہو جاتا ہے، لیکن غم کی کسک اور درد کا اثر نہیں مٹ سکتا راہ حیات میں ایسے مقام بھی آتے ہیں کہ موت ارزاں مگر زندگی گراں ہو جاتی ہے۔ یعنی جینا چاہیں تو جی نہیں سکتے اور اگر مرنا چاہیں تو مر بھی نہیں سکتے۔

جناب والا!

آپ ہی بتا دیں میں زندگی کو درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ کہوں تو کیا کہوں؟

کس طرف جاؤں؟

اماں کس جگہ پاؤں میں کلیم،

ہر گلی کوچہ نظر آتا ہے مقتل کی طرح

زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ ہوتی تو دشت کربلا خون اہل بیت سے لالہ زار نہ بنتا۔

زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ ہوتی تو محمد بن قاسم قید خانے میں موت سے دوچار کیونکر ہوتا۔

زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ ہوتی تو بغداد کی تباہی کا منظر اتنا بھیانک اور دلدوز نہ ٹھہرتا۔

زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ ہوتی تو شیر میسور کے مقبرے پر شمشیر اسلام گم شدہ کا کتبہ آویزاں نہ کیا جاتا، زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ ہوتی تو بہادر شاہ ظفر زندگی کے آخری ایام رنگون کی جیل میں نہ گزارتا۔

زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی نہ ہوتی تو قائداعظم کے کفن پر نقشہ بنگال کا داغ نہ ابھرتا۔

تو دوستو! میں۔۔۔۔۔ میں زندگی کو شہنائی تو مانتا ہوں مگر درد میں ڈوبی ہوئی۔

والسلام

دینی مدرسہ کا طالب علم اور عصر حاضر

الحمد لله رب العالمين ٥ والعاقبة للمتقين ٥ حمدا الشاكرين والصابرين والعابدين والزاهدين ٥ الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين . عليه وعلى اله واصحابه اجمعين ٥

امابعد!

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون.

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

صاحب صدر و حاضرین وسامعین ! آج کی اس پر وقار تقریب میں میری گذارشات کا عنوان ہے۔

”دینی مدرسہ کا طالب علم اور عصر حاضر“

جناب صدر!

بعثت نبوی سے قبل عالم انسانیت عجیب وغریب صورتحال سے دوچار تھی۔

ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کو ہادی عالم

اور معلم انسانیت بنا کر بھیجا۔ آپ کی دعوت و تربیت اور تعلیمات سے ایک نئے معاشرے اور تہذیب کی بنیاد پڑی جو اسلامی تہذیب کہلائی۔ اس سے قبل دنیا میں رومی و یونانی تہذیب تھی جس کی اساس الحاد و لادینیت، دنیا طلبی، عیش پرستی اور مادی منفعت پر تھی عہد جدید کی مغربی و امریکی تہذیب انہی اصولوں پر مبنی ہے۔

جناب صدر!

اہل فکر و فساد کا قول ہے:

"کسی قوم کو تباہ کرنا ہو تو تلوار کے بجائے اس کی زبان اور نظام تعلیم کو بدل دو"

اسلامی تہذیب کو کچلنے اور مسلمانوں کو ذہنی غلام بنانے کیلئے ایک مخصوص تعلیمی پالیسی کا اجرا کیا گیا جس کی بنیاد الحاد و تشکیک، مادیت پرستی، مادر پدر آزادی، عیش کوشی لذت پرستی اور بے مقصدیت پر ہے

چنانچہ مغربی استعمار کی بدولت مسلمان قدیم و جدید علوم کے نام سے دو متحارب و متخالف گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔

جناب صدر!

اہل مغرب نے بیسویں صدی کو CLASH OF CIVILILIZATION تہذیبوں کی کش مکش قرار دیا۔ مغربی تہذیب کا دشمن دینی مدارس اور اس کے طلباء کو قرار دیا گیا۔ کیونکہ اسلامی تہذیب کے تشخص و تحفظ کے ماخذ و مراکز یہی دینی مدارس ہیں اہل مغرب نے دینی مدارس کے طلباء کو دہشت گرد، مذہبی جنونی، شدت پسند، بنیاد پرست، انتہا پسند، جنگ جو، اور فساد و برائی کا مرکز و محور قرار دیا۔

جناب صدر!

عصر حاضر کا دینی طالب علم اگر استعمار کے ہتھکنڈوں اور بین الاقوامی سازشوں کے جال سے نکل کر علمی و عملی میدان میں کامیاب و کامران ہونا چاہتا ہے، تو اسے اپنا رشتہ اسوۂ نبوی ﷺ سیرت صحابہ، ائمہ اور اسلامی تہذیب سے جوڑنا ہوگا اس تعلق کو استوار کرنے کیلئے دینی طالب علم کو ایمان کامل، عمل صالح، دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر کا نمونہ بننا ہوگا اور اپنی سیرت و کردار کو مثالی مومن کی صورت میں ڈھالنا ہو گا۔

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ، کردار قاہرانہ

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آج کا طالب علم عصر حاضر کی طاغوتی و لادینی ظلمتوں اور تاریکیوں سے مصطفوی انقلاب آفریں فرمان العلم سلاحی سے مستنیر ہو کر نکل سکتا ہے اس کیلئے دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم جدید سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی، تاریخ اسلام کے ساتھ ساتھ جغرافیہ و تاریخ اقوام عالم بالخصوص یورپ و امریکہ، تقابل ادیان، بین الاقوامی معاشی و سیاسی نظریات، بین الاقوامی لسانیات اور ذرائع ابلاغ سے آگاہی ضروری ہے تاکہ جدید دنیا کو سمجھا اور سمجھایا جا سکے۔

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازہء تجدید

مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے

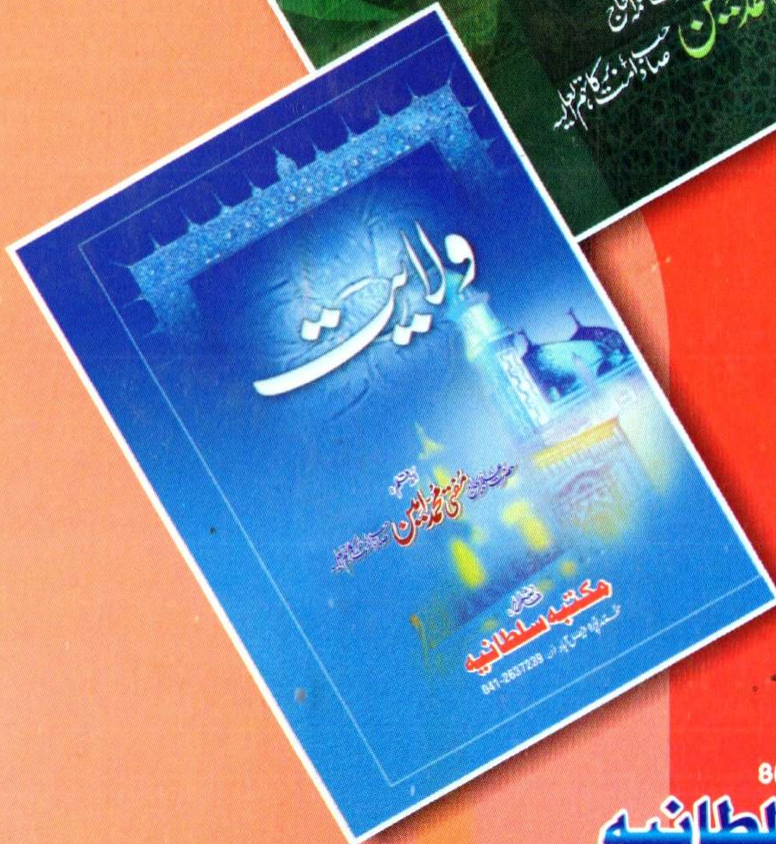
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

والسلام

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سپیشل ایڈیشن





ناشر:
مکتبہ سلطانیہ
محمد پورہ فیصل آباد فون: 041-2637239